املا نامہ

املا نامہ

مرتب

گوپی چند نارنگ

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔110025

پہلی اشاعت	:	1974
دوسری نظرثانی شدہ طباعت	:	1990
تیسری طباعت	:	2010
تعداد	:	1100
قیمت	:	-/30 روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	646

Imla Nama

Edited by

Gopi Chand Narang

ISBN :978-81-7587-426-8

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی 110025، فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر.کے.پورم، نئی دہلی-110065 فون نمبر: 26109746 فیکس: 26108159

ای-میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طابع: جے۔کے۔آفسیٹ پرنٹرز، بازار مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-110006

اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ طبع سوم

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ایک قومی مقتدرہ کی حیثیت سے کام کر رہی ہے جس کا بنیادی مقصد اردو کی ترویج واشاعت کے لیے منصوبے بنانا اور ان کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ یہ مرکزی حکومت کا سب سے بڑا ادارہ ہے جو اردو کی ترویج واشاعت کے لیے قائم کیا گیا۔ قومی اردو کونسل نے اپنے منصوبوں میں کتابوں کی اشاعت کو خاص اہمیت دی ہے کیونکہ کتابیں علم کا سرچشمہ ہیں اور بغیر علم کے انسانی تہذیب کے ارتقا کی داستان مکمل نہیں ہوسکتی۔ یہ ادارہ مختلف جدید اور مشرقی علوم پر مشتمل ایسی کتابیں شائع کرتا ہے جن کا مقصد سماجی ترقی، معاشی حصول، ذہنی بیداری اور عصری تعلیمی و ثقافتی ضرورتوں کی تکمیل ہے۔ قومی اردو کونسل بڑی تعداد میں نہ صرف اردو کے کلاسیکی متون کو عصری تقاضوں اور معیار کی روشنی میں شائع کرتی ہے بلکہ مختلف سماجی و عصری علوم پر مشاہیر سے کتابیں لکھواتی بھی ہے تاکہ اردو زبان دورِ جدید کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہوسکے اور ہماری ادبی، لسانی، ثقافتی نیز نصابی ضرورتیں پوری ہوسکیں۔

ترقی اردو بیورو نے اپنے قیام (1973) کے بعد املا کے مسئلے پر خصوصی توجہ کی۔ یہ وقت کا بہت اہم تقاضہ تھا۔ ڈاکٹر سید عابد حسین کو املا کمیٹی کا صدر بنایا گیا اور جناب رشید حسن خان اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اراکین تھے۔ املا کمیٹی نے کافی مدت تک محنت شاقہ کی اور بحث و مباحثہ جاری رہا۔ جملہ سفارشات کی بنیاد ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی تحریروں اور انجمن ترقی اردو کی اصلاحِ رسمِ خط کمیٹی (44-1943) کی تجاویز پر رکھی گئی، اور قدیم علم، رواجِ عام اور جدید صوتیات کے تقاضوں کی روشنی میں املا کمیٹی نے اردو املا کے بنیادی اصول متعین کرنے کی ہر ممکن سعی کی۔ جب 'املا نامہ' کا پہلا ایڈیشن 1974 میں اردو دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کی بے حد پذیرائی ہوئی اور سفارشات پر ملک کے رسائل و جرائد میں 30 سے زیادہ نہایت اہم تبصرے اور تنقیدیں شائع ہوئیں۔ چنانچہ نظر ثانی کے لیے توسیع شدہ کمیٹی بنائی گئی جس کی تفصیل مرتب 'املا نامہ' پروفیسر گوپی چند نارنگ کے مقدمے میں موجود ہے۔ توسیع شدہ کمیٹی کے صدر ڈاکٹر عبدالعلیم اور اراکین پروفیسر گیان چند جین، ڈاکٹر سید عابد حسین، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، جناب رشید حسن خاں، پروفیسر محمد حسن، جناب حیات اللہ انصاری، ڈاکٹر خلیق انجم، جناب مالک رام، سید بدر الحسن، پروفیسر مسعود حسین خان اور پروفیسر گوپی چند نارنگ بنائے گیے اور بعد میں املا کمیٹی کی ورکشاپ میں جناب شمس الرحمٰن فاروقی اور ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے بھی شرکت کی۔ 'املا نامہ' کا دوسرا نظر ثانی شدہ اور اضافہ شدہ ایڈیشن 1990 میں سامنے آیا۔ اس کو آخری شکل دینے میں اراکین کمیٹی اور خصوصاً 'املا نامہ' کے مرتب پروفیسر گوپی چند نارنگ نے جس محنت، توجہ اور دلسوزی سے کام کیا ہے وہ لائق قدر ہے۔ املا سے متعلق تمام مباحث کو سمیٹ کر بعد از نظر ثانی مرتب نے 'املا نامہ' کو ہر اعتبار سے مکمل کر دیا ہے۔ جس کے لیے ہم پروفیسر گوپی چند نارنگ اور املا نامہ کمیٹی و ورکشاپ کے تمام اراکین کے شکر گزار ہیں۔

اب بیس سال بعد املا نامہ کی تیسری طباعت منظر عام پر آرہی ہے جس کو قومی اردو کونسل اس یقین کے ساتھ پیش کررہی ہے کہ اردو املا کی معیار بندی کے سلسلے میں یہ کتاب پہلے کی طرح ہی معاون ثابت ہوگی۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ کتاب میں کوئی کمی نظر آئے تو مطلع فرمائیں تاکہ اس پر غور کیا جاسکے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

ڈائرکٹر

نئی دہلی

24 ستمبر 2010

اراکین املا کمیٹی

ڈاکٹر سیّد عابد حسین (صدر)

رشید حسن خاں

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ (مرتّب)

(اس کمیٹی نے ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۴ء تک کام کیا اور اس کے جلسوں میں شہباز حسین نے بحیثیت پرنسپل پبلیکیشنز آفیسر شرکت کی)

نظرِ ثانی کمیٹی (توسیع شدہ املا کمیٹی)

ڈاکٹر عبدالعلیم (صدر)

ڈاکٹر سیّد عابد حسین

رشید حسن خاں

حیات اللہ انصاری

مالک رام

پروفیسر مسعود حسین خاں

پروفیسر گیان چند جین

پروفیسر خواجہ احمد فاروقی

پروفیسر محمّد حسن

ڈاکٹر خلیق انجم

سیّد بدرالحسن

پروفیسر گوپی چند نارنگ (مرتّب)

(۱۹۷۶ اور ۱۹۷۷ء میں اس کمیٹی کے تین اجلاس ہوئے۔ ڈاکٹر شارب ردولوی نے بحیثیت پرنسپل پبلیکیشنز آفیسر اور ابوالفیض سحر نے بحیثیت اسسٹنٹ ڈائرکٹر شرکت کی)

ورکشاپ اُردو املا

شمس الرحمٰن فاروقی (صدر)

رشید حسن خاں

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

پروفیسر گوپی چند نارنگ (مرتّب)

(ستمبر ۱۹۸۰ء میں اس کے تین اجلاس ہوئے۔ ابوالفیض سحر اور شمیم احمد نے بحیثیت اسسٹنٹ ڈائرکٹر شرکت کی)

پیش لفظ طبعِ اوّل

ڈاکٹر عبدالعلیم (مرحوم) سابق چیرمین ترقّی اُردو بورڈ

اُردو املا کی معیار بندی کا مسئلہ ایک مدت سے اہلِ نظر کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اُردو کا رسم الخط عربی، فارسی سے ماخوذ ہے، جبکہ اس کی صوتیات بنیادی طور پر ہند آریائی ہے جس کی وجہ سے اس کے املا کے اصولوں کا تعیّن بے حد ضروری ہے۔ مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر عبدالستار صدّیقی نے اس ضمن میں بطورِ خاص کوشش کی تھی۔ ڈاکٹر عبدالستار صدّیقی اپنے مضامین اور تحریروں کے ذریعے اُردو املا کے انتشار کی طرف لوگوں کو برابر متوجہ کرتے رہے۔ انجمن ترقّی اُردو کے ناگپور اجلاس منعقدہ ۱۹۴۴ء میں اصلاحات کا ایک خاکہ بھی منظور کیا گیا تھا، لیکن ان پر پوری طرح عمل نہ ہو سکا۔ ادھر جب ترقّی اُردو بورڈ کا قیام عمل میں آیا، اور اُردو کی نصابی کتابوں کی تصنیف و تالیف اور ترجمے کا کام باقاعدہ طور پر شروع ہوا؛ اور حال ہی میں جب اُردو لغت اور اُردو انسائیکلوپیڈیا جیسے بنیادی کاموں کی طرف توجہ ہوئی تو محسوس کیا گیا کہ پہلے اُردو املا سے متعلق بعض امور کو طے کرنا بے حد ضروری ہے۔ چنانچہ ترقّی اُردو بورڈ کی طرف سے املا کمیٹی مقرر کی گئی جس کے صدر ڈاکٹر سید عابد حسین اور اراکین ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اور رشید حسن خاں تھے۔ کمیٹی کی کئی نشستوں میں اُردو املا کے مسائل پر غور و فکر کیا گیا، اب تک

کے کام کو سامنے رکھا گیا، اور بحث و تمحیص کے بعد بنیادی اصول طے کیے گئے۔ اُردو املا
پر رشید حسن خاں نے مبسوط کتاب لکھی جو ترقّی اُردو بورڈ سے شائع ہو رہی ہے۔ املا کمیٹی
کی سفارشات کو مرتّب کرنے کا کام ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کو سونپا گیا۔ ان سفارشات
پر اُردو لغت کے ادارتی بورڈ کے ایک اجلاس میں بھی غور و خوض کیا گیا اور جو اصلاحیں
اور تجویزیں پیش ہوئیں ان کی روشنی میں مسودے میں ضروری ترمیم و اضافے کیے گئے۔

ان سفارشات میں قدیم علم، رواجِ عام اور جدید صوتیات کے تقاضوں کو
نظر میں رکھ کر بنیادی اصولوں کی وضاحت صاف اور سلیس طور پر اس انداز سے کی
گئی ہے کہ کسی کو ان امور کے سمجھنے میں دقّت نہ ہو اور عالِم و عامی سبھی استفادہ
کر سکیں۔ ترقّی اُردو بورڈ تو اپنی تمام مطبوعات میں ان سفارشات پر عمل کرے گا ہی،
اُردو کے دوسرے اداروں، انجمنوں، ادیبوں، شاعروں، اخباروں کے ایڈیٹروں
اور پبلشروں سے بھی امید کی جاتی ہے کہ وہ بھی ان سفارشات کو اپنائیں گے اور
اُردو املا کو ایک معیار پر لانے میں مدد دیں گے۔

نئی دہلی
۲۶ ر اپریل ۱۹۷۴ء

عبدالعلیم

فہرست

نون اور نون غنہ

واؤ

ہائے خفی

ہائے مخلوط

ہمزہ

اعداد

مقدّمہ طبعِ اوّل

اُردو ایک ہند آریائی زبان ہے، لیکن اس کا رسم الخط سامی خاندان کی زبان عربی سے ماخوذ ہے۔ عربی سے اس رسم الخط کو فارسی نے لیا، اور فارسی سے یہ اُردو میں آیا۔ صدیوں کے اس تہذیبی اور تاریخی سفر میں اس رسم الخط میں بہت سی تبدیلیاں ہوگئیں۔ اُردو دنیا کی ان چند انتہائی متمول زبانوں میں سے ہے جن کا دامن اخذ و استفادے کے اعتبار سے ایک سے زیادہ لسانی خاندانوں سے بندھا ہوا ہے۔ اس کے ذخیرۂ الفاظ کا تقریباً تین چوتھائی حصّہ ہند آریائی ماخذ یعنی سنسکرت، پراکرتوں اور اپ بھرنشوں سے آیا ہے، تو ایک چوتھائی حصّہ جو دراصل ہند آریائی گروہ کی زبانوں میں اس کے امتیاز و افتخار کا ضامن ہے، سامی اور ایرانی ماخذ یعنی عربی، فارسی زبانوں سے لیا گیا ہے۔ اُردو کے ذخیرۂ الفاظ میں جو بے مثل تنوع اور رنگا رنگی ملتی ہے، وہ اُردو صوتیات میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ اُردو صوتیات میں ایک پرت تو ہند آریائی آوازوں کی اور اس کے ساتھ ساتھ دراوڑی آوازوں کی ہے، اور دوسری اتنی ہی اہم پرت مشرقِ وسطیٰ کی زبانوں سے ماخوذ آوازوں کی ہے۔ اُردو دنیا کی ان چند "تہ دار" زبانوں میں سے ہے جس میں متعدد منفرد اور ممتاز صوتیاتی نظام ایک وسیع تر لسانی پیکر میں ڈھل کر بہ یک وقت کام کرتے ہیں۔ یہ "کثیر لسانیت" جہاں

اُردو میں ایسی وسعت، لوچ اور لطافت پیدا کر دیتی ہے جو دوسری ہند آریائی زبانوں کے لیے لائقِ رشک ہے، وہاں رسم الخط سے ایسے تقاضے بھی کرتی ہے جن کو پورا کرنا آسان نہیں۔ اُردو جیسی مخلوط و ممزوج زبان کے لیے خواہ کسی بھی ایک خاندان کا رسم الخط اپنایا جاتا، دوسرے خاندان کی آوازوں کو ظاہر کرنے کے لیے اس میں نئی گنجائشیں نکالنی ہی پڑتیں۔ چنانچہ زمانۂ قدیم میں جب اُردو، عربی فارسی رسم الخط میں لکھی جانے لگی تو کئی علامتیں ایسی تھیں، جن کے لیے آوازیں نہیں تھیں، اور کئی آوازیں ایسی تھیں، جن کے لیے علامتیں نہیں تھیں۔ وقتاً فوقتاً نئی علامتوں کا اضافہ ہوتا رہا، اور تبدیلیوں کا سلسلہ صدیوں تک جاری رہا۔ زبان کے ارتقا کے ساتھ ساتھ یہ تبدیلیاں از خود ہوتی رہیں، اور لکھنے والے اپنے اپنے طور پر لکھاوٹ کی صحت کا التزام کرتے رہے۔ اس وقت کسی معیار بندی یا ضابطے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، کیونکہ رسم الخط ایک نئی وضع پر آ رہا تھا، اور اُردو کے "کثیر صوتیاتی" مزاج سے ہم آہنگ ہونے کا عمل جاری تھا۔

برطانوی اقتدار کے قائم ہو جانے کے بعد جب مستشرقین اُردو کی طرف متوجہ ہونے شروع ہوئے، اور خصوصاً فورٹ ولیم کالج کے قیام سے کچھ پہلے اور بعد میں بھی جب اُردو لغات اور قواعد کی کتابیں لکھی جانے لگیں تو اُردو رسم الخط کے مطابق صحت سے لکھنے کے مسائل یعنی املا پر بھی توجہ کی جانے لگی۔ جان جوشوا کیٹلر، مَل، جان گل کرسٹ، جوزف ٹیلر، ٹامس روبک، جان شکسپیئر، ڈنکن فاربس، ایس ڈبلیو فیلن اور جان پلیٹس ان چند مستشرقین میں ہیں جن کے لغات اور صرف و نحو کی کتابوں میں اُردو املا (ORTHOGRAPHY) سے باخبری کا گہرا احساس پایا جاتا ہے۔ مستشرقین کی تصانیف میں اکثر اُردو الفاظ یا جملوں کو رومن حروف میں لکھنا پڑتا تھا جس کے لیے اُردو حروفِ تہجی اور رومن حروفِ تہجی میں مطابقت کا

کوئی نہ کوئی نظام قائم کرنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ غیر اہلِ زبان کو اُردو پڑھانے کے لیے ان قاعدوں اور ضابطوں کو بھی سمجھنے سمجھانے کی ضرورت تھی، جن کے مطابق حروف کے جوڑنے سے الفاظ اور عبارت لکھی جاتی ہے۔ مستشرقین کی یہ کوششیں تقریباً ایک صدی جاری رہیں لیکن خود اُردو والوں نے ان امور کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ یوں تو انیسویں صدی میں جب لکھنؤ کو ادبی مرکزیت حاصل ہوگئی، تو دہلی اور لکھنؤ کی ادبی ولسانی چشمک میں جی کھول کر ہندی کی چندی کی گئی؛ لیکن زبان کے جن پہلوؤں پر زیادہ توجہ صرف ہوئی وہ شعر کی زبان سے متعلق تھے؛ بول چال کی زبان اور نثر کی زبان برابر بے توجہی اور غفلت کا شکار رہی۔ متروکات، تذکیر و تانیث اور صحتِ استعمال ہی کو زبان کی کل کائنات سمجھا جاتا تھا۔

بیسویں صدی کی دوسری دہائی سے جب اُردو ادب کے قدیم سرمایے کی تلاش و تحقیق کا کام شروع ہوا' اور جب مولوی عبدالحق کے زیرِ نگرانی انجمن ترقی اُردو سے قدیم تذکرے، دواوین اور کلیات مرتب ہوکر شائع ہونے لگے، تو ترتیب و تدوین کے مسائل کے ساتھ ساتھ صحتِ املا کا خیال بھی ذہنوں میں آیا۔ مولوی عبدالحق نے قواعدِ اُردو لکھی اور اسٹنڈرڈ انگریزی اُردو لغت کا کام بھی مکمل کرایا۔ اس دوران میں اُردو املا کی بے قاعدگیوں کا احساس اور بھی شدید ہوا ہوگا۔ بیسویں صدی میں تین خاص لغات بھی منظرِ عام پر آئے؛ فرہنگ آصفیہ، سیّد احمد دہلوی؛ نور اللغات، نورالحسن نیّر کاکوروی؛ اور جامع اللغات، فیروز الدین۔ لیکن سائنسی نظر کے فقدان کی وجہ سے ان میں املا کے مسائل پر وہ توجہ نہ ہوسکی جو ہونی چاہیے تھی۔

اس صدی کی تیسری اور چوتھی دہائیوں میں تحریکِ آزادی کی رفتار کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی قومی زبان کا مسئلہ سامنے آیا، اور "ہندستانی" کی تحریک خاصی اہمیت

اختیار کر گئی۔ مہاتما گاندھی چونکہ اعلان کر چکے تھے کہ "ہندستانی" کے لیے دیوناگری اور اُردو دونوں "لپیوں" کو اپنایا جائے گا، اس لیے دونوں کو اپنا اپنا گھر سنبھالنے کی فکر ہوئی۔ اُردو میں اس کا اظہار دو طرح سے ہوا۔ اوّل تو یہ کہ اُردو رسم الخط کو خالص صوتی بنیادوں پر سادہ اور سہل بنایا جائے (ڈاکٹر جافر ہسن، آسان رسم خط، حیدر آباد، ۱۹۴۰ء) دوسرے یہ کہ اُردو رسم الخط کی جیسا وہ ہے، مدافعت کی جائے۔ (سید مسعود حسن رضوی ادیب، اُردو زبان اور اس کا رسم الخط، لکھنؤ، ۱۹۴۸ء؛ عبد القدوس ہاشمی، ہمارا رسم الخط، انجمن، دلی (قبل ۱۹۴۷ء)؛ محمد الیاس برنی، اُردو ہندی رسم الخط، حیدر آباد، ۱۹۴۶ء (؟))

اُردو رسم الخط کی ان بحثوں میں شریک ہونے والی ایک شخصیت ایسی بھی تھی جس نے اپنی صلاحیتوں کا بڑا حصّہ اُردو املا کے لیے وقف کر دیا۔ اُردو والوں کو ڈاکٹر عبد الستّار صدّیقی کا ممنون ہونا چاہیے کہ انھوں نے اُردو املا کے مسائل پر نہ صرف خود لکھا بلکہ دوسروں کو بھی اس طرف توجہ دلائی۔ انھوں نے اپنی متعدد تحریروں، خطوں، تبصروں اور مضامین کے ذریعے اُردو املا کے بارے میں برتی جانے والی عام بے توجہی اور بے حسی کو بے نقاب کیا۔ اور املا کے مسائل پر عالمانہ نظر ڈال کر وقتاً فوقتاً اصلاحی تجویزیں پیش کیں۔ ۱۹۴۳ء میں جب انجمن ترقی اُردو نے کمیٹی اصلاحِ رسمِ خط مقرر کی تو مولوی عبد الحق کی دعوت پر اس کا اجلاس ۲۲ مارچ ۱۹۴۳ء کو سیّد ہاشمی فرید آبادی کی ابتدائی تجاویز پر غور کرنے کے لیے انجمن کے دفتر واقع دریا گنج دہلی میں منعقد ہوا جس میں مولوی عبد الحق اور سیّد ہاشمی فرید آبادی کے علاوہ ڈاکٹر عبد الستّار صدّیقی، برج موہن دتاتریہ کیفی اور وہاج الدّین کلنتوری نے شرکت کی۔ اس کمیٹی کی تجاویز جنھیں ڈاکٹر عبد الستّار صدّیقی نے مرتّب کیا تھا،

؎ رومن حروف میں "ہندستانی" لکھنے کا رواج فوج میں پہلے سے تھا۔ آزادی کے بعد نہ "ہندستانی" رہی نہ رومن۔

۲۹ ستمبر ۱۹۴۳ء کو اخبار ہماری زبان میں شائع کی گئیں، اور ۲۱ جنوری ۱۹۴۴ء کو کل ہند اُردو کانفرنس کے ناگپور اجلاس میں رسمِ خط کی ذیلی مجلس میں پیش ہوئیں۔ یہ تجاویز خاصے غور و مباحثے کے بعد ترمیم و اضافے کے ساتھ منظور کی گئیں، اور جنوری ۱۹۴۴ء کے رسالہ اُردو میں شائع کی گئیں۔ (ص ۱۰۳-۱۲۰)

کمیٹی اصلاحِ رسمِ خط کی ان سفارشات پر انجمن ترقی اُردو سے شائع ہونے والی کتابوں اور رسالوں میں عمل ہونا شروع ہی ہوا تھا کہ برِصغیر کی تقسیم سے اُردو کو ہندستان میں اپنی زندگی کی نئی کشمکش سے دوچار ہونا پڑا، اور املا کی معیار بندی کی کوششوں پر اوس سی پڑ گئی۔ تاہم سرکردہ محققین اور مصنفین کے ہاں جن میں ڈاکٹر سیّد عابد حسین، سیّد مسعود حسن رضوی، امتیاز علی عرشی، قاضی عبدالودود، مالک رام، ڈاکٹر نذیر احمد اور ڈاکٹر گیان چند جین کے نام خاص طور پر لیے جا سکتے ہیں، صحتِ املا کا التزام رہا، لیکن بہ حیثیتِ مجموعی اُردو املا طرح طرح کی بے قاعدگیوں اور بے اعتدالیوں کا شکار رہا۔

(۲)

اُردو میں املا کے مسائل کئی طرح کے ہیں۔ ان میں سے بعض بنیادی مسائل وہ ہیں جو مستعار الفاظ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اُردو لفظیات کا امتیازی حصہ عربی، فارسی سے ماخوذ ہے۔ ان زبانوں سے آنے والے ہزاروں لفظ اُردو میں رچ بس گئے ہیں، اور اُردو کے اپنے ہو چکے ہیں۔ اُردو ایک آزاد اور خودمختار زبان ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جہاں مستعار لفظوں کا طریقِ املا اُردو کے رائج طریقِ املا سے مختلف ہے، وہاں اصل کی پیروی کرنی چاہیے یا انھیں اُردو کے قاعدے سے لکھنا چاہیے؟ ایسی ایک مثال ان عربی لفظوں کی ہے جن کے آخر میں ی کے اوپر الف لکھا جاتا ہے، جیسے ادنیٰ، اعلیٰ، عیسیٰ، موسیٰ، دعویٰ، اس قبیل کے کئی

الفاظ اُردو میں پورے الف سے رائج ہو چکے ہیں، مولا، تقاضا، تماشا، تمنا۔ ان کے بارے میں قاعدہ کیا ہونا چاہیے؟ ایسے کئی الفاظ جن کے بیچ میں الف مقصورہ آتا ہے، پہلے ہی عام الف سے لکھے جاتے ہیں، جیسے رحمٰن اور رحمان، اسمٰعیل اور اسماعیل، سلیمٰن اور سلیمان، ابراہیم اور ابراہیم، مولٰینا اور مولانا۔ اس املائی دو عملی سے کس طرح بچا جائے، اور اس سلسلے میں کیا اصول اپنایا جائے؟

عربی، فارسی کے کئی الفاظ میں لکھنے میں نون آتا ہے لیکن پڑھا میم جاتا ہے، جیسے گنبد، انبساط، انبوہ۔ ان کی تقلید میں کئی دیسی الفاظ بھی جو میم سے بولے جاتے ہیں، خواہ مخواہ نون سے لکھے جاتے ہیں، اچنبھا، تنبولی، چنپا، چنبیلی۔

اُردو میں سینکڑوں دیسی لفظ مستعار الفاظ کی نقل میں خفی ہ سے لکھے جاتے ہیں۔ غنچہ، کشتہ، زردہ، پردہ میں تو اصلاً ہ ہے، لیکن بھروسہ، ٹھیکہ، بھوسہ، دھبہ، اکھاڑہ، انڈہ، اڈہ، راجہ، باجہ، گینڈہ، سہرہ، دسہرہ میں اس کا کیا جواز ہے؟
آنکھ کو آنکھہ، ہاتھ کو ہاتھہ، بیٹھ کو بیٹھہ، مجھ کو مجھہ اور کچھ کو کچھہ عام طور پر لکھا جاتا ہے جو غلط ہے۔ یہ بات بھی عام طور پر معلوم نہیں کہ خفی ہ کی آواز ہ کی نہیں، خفیف مُصوتہ (مثلاً زبر) کی ہے۔

ذ اور ز کے بارے میں بھی اُردو میں خاصا خلطِ مبحث ہے۔ قاضی عبدالودود نے اس بارے میں تفصیل سے لکھا ہے کہ مرزا غالب فارسی میں ذال کے وجود کے قائل نہیں تھے۔ اس لیے گزشتن اور پزیرفتن کو صحیح سمجھتے تھے۔ حالانکہ صحیح صورتِ حال اس کے برعکس ہے۔ یہ غلط روش یہاں تک عام ہوئی کہ کئی لوگ گزارش کو گذارش، شکرگزار کو شکرگذار اور گذشتہ کو گزشتہ لکھنے لگے۔

ہمزہ اُردو میں عربی سے آیا۔ عربی میں ہمزہ جس آواز کے لیے استعمال ہوتا ہے، اُردو میں اس کا وجود نہیں کے برابر ہے۔ عربی میں ہمزہ کی حیثیت مُصمتے کی ہے، اُردو میں ہمزہ مُصوّتوں کے ساتھ آتا ہے۔ باوجود اس قلبِ ماہیت کے ہمزہ اُردو املا کا ایسا ناگزیر جزو ہے جس کے بغیر اُردو املا کا تصوّر ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اُردو میں ہمزہ کی کیا ضرورت ہے اور ہم ہمزہ کو استعمال کرنے پر کیوں مجبور ہیں، اس کا کوئی واضح شعور ذہنوں میں نہیں۔ ہمزہ کے استعمال کے سلسلے میں اُردو میں بڑی بے اعتدالیاں برتی جاتی ہیں، مثلاً عربی کے کئی الفاظ کے آخر میں اصلاً ہمزہ ہے، جیسے ابتدا، انتہا، علما، فضلا، قدما، ادبا، حکما۔ اُردو میں یہ الفاظ چونکہ ہمزہ کے خاص تلفّظ کے ساتھ رائج نہیں، ان میں ہمزہ کا استعمال کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی طرح چاہیے، لیے، کیے، دیے، پیے، جیے کو چاہئے، لئے، کئے، دئے، پئے، جئے، بھی لکھا جاتا ہے۔ نیز دیجیے، کیجیے، لیجیے وغیرہ افعال کی تصریفی صورتوں میں بھی ہمزہ کے معاملے میں خاصا انتشار ہے۔ بعض لوگ انھیں ی سے لکھتے ہیں، بعض ہمزہ سے، اور بعض دونوں سے۔ اضافت کے لیے بھی ہمزہ کی غلط نگاری عام ہے۔ اس بات کا شعور عام نہیں کہ نغمۂ شب، جلوۂ مجاز اور کشتۂ ناز میں ہمزہ کیوں لکھنا چاہیے، اور ماہِ نو، تہِ دریا اور نگاہِ دل نواز میں اضافت کسرے سے کیوں ہوگی؟ نیز پرتوِ خیال، شمعِ روشن، زندگیِ جاوید یا رنگینیِ مضمون میں اضافت کیسے ظاہر کی جائے گی۔

املا کے کئی مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق اُردو کی صوتیات سے ہے۔ ایک ہمہ گیر زبان میں جو ملک بھر کے دور دراز خطّوں، علاقوں اور شہروں میں بولی جاتی ہو، مقامی اثرات کا لہجے اور تلفّظ کے اختلاف میں ظاہر ہونا قدرتی بات ہے۔ املا کا کام معیاری تلفّظ کا اظہار ہے۔ لیکن بعض مثالیں ایسی بھی مل جاتی ہیں، جہاں ایک سے زیادہ معیاری

شکلیں موجود ہیں، اور دونوں طرح کے تلفظ کی سند مل جاتی ہے۔ ایسی صورتوں میں فیصلہ کیا ہونا چاہیے؟

اُردو صوتیات میں ہکار آوازوں کی خاص اہمیت ہے۔ اُردو میں ان کے لیے الگ سے حروف نہیں، لیکن ان کے اظہار کا اطمینان بخش طریقہ موجود ہے۔ (پھ بھ، تھ دھ، ٹھ ڈھ، چھ جھ، کھ گھ، ڑھ)۔ پھر بھی یہ صوتی تصوّر ابھی تک پوری طرح ذہن نشین نہیں ہو سکا کہ ہائے مخلوط کو ہکار آوازوں کے لیے مخصوص کر دینا چاہیے۔ ہے کو ھے، چاہیے کو چاھیے، ہی کو ھی یا مجھ کو مجہ، بیٹھ کو بیٹہہ اور آٹھ کو آٹہہ لکھنے کی روش قدیم زمانے سے چلی آتی ہے۔ اور تو اور، گھر اور گہر، بھر اور بہر، پھر اور پہر، پھاڑ اور پہاڑ، بھاری اور بہاری، بھن اور بہن یا دھلی اور دہلی میں امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔

نون غُنّہ خالص اُردو کی چیز ہے۔ عربی میں نون غُنّہ نہیں۔ قدیم و جدید فارسی میں اس کا وجود کہیں ہے، کہیں نہیں ہے۔ اُردو میں ہم نون کا نقطہ اُڑا کر اس کو غُنّیت کے لیے کام میں لاتے ہیں، جبکہ لفظ کے بیچ میں نقطہ ضروری ہے۔ حرف و صوت کی اس عدم مطابقت سے کہیں کہیں دقّت پیدا ہوتی ہے۔ اُردو میں کئی لفظ ایسے ہیں جن کے بارے میں عام طور پر یہ معلوم نہیں کہ ان میں نون غُنّہ کا صحیح مقام کیا ہے۔ لفظ گانو بہ معنی بستی تین چار طرح لکھا جاتا ہے، گانو، گاؤں، گانوں اور گانؤں۔ یہی حال پانو، چھانو اور اس قبیل کے دوسرے الفاظ کا ہے۔ اس انتشار کو ختم کرنے کے لیے معیار بندی بیحد ضروری ہے۔

حروفِ علّت کی کمی کے فائدے اپنی جگہ ہیں، لیکن اس سے بعض املائی

دقتیں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً تِیر، تَیر؛ پِیر، پَیر؛ بِین، بَین؛ مِیرا، مَیرا؛ اور مِیل، مَیل میں جو فرق ہے؛ یا دُور، دَور؛ طُور، طَور؛ چُور، چور؛ مُول، مول میں جو فرق ہے، اُسے ہم اعراب کی عدم موجودگی میں سیاق و سباق کی مدد سے سمجھ تو لیتے ہیں، لیکن واؤ کی تین آوازوں (واؤ معروف، واؤ مجہول اور واؤ ماقبل مفتوح)؛ اور ی کی تین آوازوں (یائے معروف، یائے مجہول اور یائے ماقبل مفتوح) کے صوتی اور املائی امتیازات عام طور سے نہ پڑھانے والوں کے ذہن میں واضح ہوتے ہیں، نہ پڑھنے والوں کے۔ زیر، زبر، پیش، اور الف مد ملا کر اُردو کے کُل دس مصوّتے ہوئے۔ اِن دس مصوّتوں کا اعرابی نظام ابھی تک مُسلّم نہیں، اور قاعدوں اور ابتدائی کتابوں میں عجیب و غریب انتشار ملتا ہے۔

املا نامہ میں ان تمام مسائل پر توجہ کی گئی ہے، اور پورے غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد، سادہ اور صاف زبان میں سفارشیں پیش کی گئی ہیں، نیز پہلی بار اُردو کے دس مصوّتوں کے لیے مکمل اِعرابی نظام پیش کیا گیا ہے جو سہل بھی ہے اور سائنٹفک بھی۔

(۳)

آزادی کے بعد املا کی اصلاح و تنظیم کی طرف پھر سے توجہ ہوئی۔ کئی ذہنوں نے ان مسائل کو وہیں سے لیا جہاں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے انھیں چھوڑا تھا۔ نیز یہ احساس بھی عام ہوا کہ املا کے بارے میں سوچتے ہوئے محض صوتیات ہی سے نہیں، سماجی لسانیات سے بھی مدد لینی چاہیے۔ زبان کی صوتیات اس کی سماجیات سے ہٹ کر کوئی معنی نہیں رکھتی۔ بعض حضرات نے اُردو رسم الخط کو خالص صوتی بنیادوں پر

ڈھالنے میں بھی غلطی کی تھی۔ ڈاکٹر جافر حسن کا صوتی املا (جس کی سید ہاشمی فرید آبادی اور سید اختر حسین رائے پوری نے بھی کسی حد تک تائید کی تھی) چونکہ اُردو کے تاریخی ارتقا اور سماجی ضرورتوں کا اتنا احساس نہیں رکھتا تھا جتنا ضروری ہے، نیز اس میں رواج اور چلن سے بھی صرفِ نظر کیا گیا تھا، اس لیے جزوی طور پر بھی قبول نہ ہو سکا۔ زبان کے معاملے میں صدیوں کے چلن اور سماجی ضرورتوں اور عام استعمال سے مُنہ نہیں موڑا جا سکتا۔ سجاد مرزا اور ہارون خان شروانی نے اُردو ٹائپ اور طباعت کے لیے جو کوششیں کیں (اُردو رسم خط اور طباعت، حیدر آباد، ۱۹۵۷ء) ان میں بالواسطہ طور ہی پر سہی، املا کے نکات بھی زیرِ بحث آئے۔ اُردو املا کے نام سے غلام رسول نے ایک کتابچہ ۱۹۶۰ء میں حیدر آباد سے شائع کیا۔ عبدالغفار مدہولی نے اپنے تدریسی تجربوں کی بنا پر اُردو املا کا آسان طریقہ رائج کرنے کے لیے متعدد تحریریں لکھیں، اور اسی نام سے ۱۹۶۳ء میں دہلی سے ان کا ایک کتابچہ بھی شائع ہوا۔ اس زمانے میں سید احتشام حسین اور آل احمد سرور نے بھی بعض اصلاحات کے لیے ذہنی فضا تیار کرنے میں مدد دی۔ ڈاکٹر گیان چند جین اور راقم الحروف نے اپنے مضامین میں صحتِ املا کے لیے جامع سائنسی اصولوں کو اپنانے کی اہمیت پر زور دیا۔ رشید حسن خاں بھی املا کے مسائل پر برابر غور و فکر کرتے رہے اور لکھتے رہے۔ ۱۹۷۳ء میں ترقی اُردو بورڈ نے ڈاکٹر سید عابد حسین کی صدارت میں املا کمیٹی مقرر کی۔ راقم الحروف اور رشید حسن خاں اس کے رکن مقرر کیے گئے۔ رشید حسن خاں اُردو املا پر اپنی کتاب لکھنے میں مصروف تھے۔ کمیٹی کی متعدد نشستوں میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور انجمن کی کمیٹی اصلاحِ رسمِ خط کی مجوزہ اصلاحات اور دوسرے مسائل پر غور و خوض ہوا۔ بنیادی

اصول طے کیے گئے اور سفارشات مرتب کرنے کا کام راقم الحروف کو سونپا گیا۔ رشید حسن خاں نے اُردو املا پر عالمانہ اور مبسوط کتاب لکھی جس میں بنیادی اصولوں کی وضاحت کی گئی، مختلف عنوانات کے تحت ضروری الفاظ کی فہرستیں شامل کی گئیں، اور لغات میں پائے جانے والے انتشار اور غلط نگاری کا تفصیلی جائزہ لے کر ترجیحی صورتوں کا تعین کیا گیا۔ لیکن واضح رہے کہ یہ کتاب ایک فردِ واحد کا کام ہے۔ کمیٹی نے اُن کے کام اور اُن کے مشوروں سے استفادہ کیا، لیکن جس طرح کمیٹی نے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور انجمن کی کمیٹی اصلاحِ رسم خط کی کئی اصلاحات کو رد کر دیا، رشید حسن خاں کی بعض باتوں سے بھی کمیٹی باوجود کوشش کے متفق نہ ہو سکی، اور املا نامہ میں متعدد سفارشیں اُن سے ہٹ کر کی گئیں۔

املا نامہ طبعِ اول (۱۹۷۴ء) میں زیادہ تر ان اصلاحات کو اپنایا گیا جو انجمن ترقی اردو کی کمیٹی اصلاحِ رسمِ خط (۱۹۴۳-۴۴ء) نے پیش کی تھیں یا جن کی وضاحت ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اپنے مضامین اور تحریروں میں کرتے رہے تھے۔ ترقی اُردو بورڈ کی املا کمیٹی کو بعض مقامات پر بنیادی نوعیت کا اختلاف تھا جس کی نشان دہی کر دی گئی مثلاً وہ اصلاحات جو انقلابی تبدیلیوں پر مبنی تھیں۔ جیسے مصدر یا کسی صیغے کے آخر میں جو نا، تا وغیرہ آتے ہیں، وہ مادّے سے جدا کر کے لکھے جائیں، جیسے لکھ نا، لکھ تی، لکھ تے، لے نا، اُٹھ تیں، بجھ وانا، دے تا۔ یا بالکل کو بلکل یا خوش کو خُش لکھا جائے، یا نون غُنّہ کو منفصل لکھا جائے، جیسے پھان س، بان س، سن گھاڑے۔ یا ی کو بھی مثل الف اور واؤ الگ لکھا جائے، جیسے بی ن، ذ ن، ذ ر، پی ر، ذ ر، پھ ر۔ یا یہ کہ عربی کے ہم آواز حروف جن کی تین یا

چار شکلیں آتی ہیں، ان کو گھٹا کر صرف دو شکلوں پر اکتفا کیا جائے یعنی ث، ص، س میں سے ص کو اور ز، ذ، ض اور ظ میں سے ذ اور ض کو حذف کر دیا جائے۔ یا ہمزہ جب منفصل حرف کے بعد آئے تو بالکل جدا لکھا جائے۔ جیسے لاءی، جاءی، داءرہ، کوءی، سوءیاں، زاءل، قاءل، طاءر، زاءد، سناءی، آءی، یا مصیبت کو مصی بت، گھر کنا کو گھ رک نا، اور قرینہ کو قری نہ لکھا جائے؛ یا ڑھ کو ڑہ، ڈھ کو ڈہ یعنی ملا کر دھ رتی بجائے دھرتی، ادھ ورا بجائے ادھورا لکھا جائے۔ ایسی تبدیلیاں چونکہ رواج اور چلن میں نہیں آسکتی تھیں، اور ناقابلِ عمل تھیں، اس لیے ان کو نظر انداز کر دیا گیا۔

سفارشات پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل رہنما اصول سامنے رہے:

۱۔ صحتِ املا کے جو اصول اب تک سامنے آچکے ہیں، اور محتاط اہلِ قلم کے ہاں جن پر عمل بھی ہو رہا ہے، ان کو علمی، صوتی اور لسانیاتی نظر سے پرکھا جائے اور سائنٹفک طور پر منضبط و منظم کر کے پیش کیا جائے۔

۲۔ اُردو کے صدیوں کے چلن اور رواج کو پوری اہمیت دی جائے اور استعمالِ عام کی روشنی میں ترجیحی صورتوں کا تعین کیا جائے۔

۳۔ املا میں کوئی تبدیلی ایسی تجویز نہ کی جائے جو اُردو کی علمی میراث، اس کی تاریخ، مزاج اور سماجی ضرورتوں کے نقطۂ نظر سے ناقابلِ عمل ہو۔

۴۔ عربی فارسی سے ماخوذ اُردو کے ہم آواز حروف ہماری لسانی میراث کا جزو بن چکے ہیں۔ انھیں کی بدولت ہزاروں الفاظ کی بیش بہا دولت ہمیں ودیعت ہوئی ہے جو ہماری زبان کا جزوِ لاینفک ہے۔ اس سرمایے کا

تحفظ ہمارا فرض ہے۔

۵۔ عربی کے جو مرکبات، عبارتیں یا مکمل اجزا اُردو میں مستعمل ہیں، انھیں اصل کی طرح لکھنا چاہیے۔ ان پر اُردو املا کے اصولوں کا اطلاق نہ ہونا چاہیے۔

۶۔ املا کے اصولوں کا تعین کرتے ہوئے وسیع تر عام زبان پر نظر رکھی گئی ہے، محض شعری زبان پر نہیں (شاعری میں ضرورتِ شعری کے تحت لفظوں کو کبھی اشباع اور کبھی تخفیف کے ساتھ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ عام زبان میں لفظ کی متعینہ شکل ہی استعمال ہوتی ہے)۔

۷۔ جہاں مروجہ قاعدوں سے کوئی مدد نہیں ملی یا املائی انتشار حد سے بڑھا ہوا ہے، وہاں معیاری تلفّظ کی پیروی پر اصرار کیا گیا۔ معیاری تلفّظ کو بنیاد بنانے سے ایسے بہت سے مسائل آسانی سے حل ہو سکتے ہیں۔

۸۔ سفارشات کو پیش کرنے میں قدیم علمِ ہجا سے بھی مدد لی گئی، اور جدید صوتیات و سماجی لسانیات سے بھی۔ اُردو ایسی پیچیدہ اور متنوع زبان ہے کہ کسی ایک نقطۂ نظر کو اپنا کر اس کے املا سے پورا پورا انصاف کرنا ناممکن ہے۔ چنانچہ وسیع تر طریقۂ کار کو اپناتے ہوئے جہاں سے بھی جو روشنی مل سکتی تھی، لی گئی۔

زیرِ نظر صفحات میں قدیم روایت کا تسلسل بھی ملے گا اور جدید فکر کی سائنٹفک توجیہ بھی۔ صوتیات کے کئی تصورات ایسے ہیں کہ انھیں قدیم اصطلاحوں میں پیش کیا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ دقت بعض امور سے بحث کرتے ہوئے بار بار محسوس ہوئی، جس کی وجہ سے ایک طرح کا مفاہمتی رویہ اختیار کرنا پڑا۔ ایسا اس لیے بھی ضروری تھا کہ زیرِ نظر سفارشات صرف ماہرین اور محققین کے لیے نہیں، بلکہ

اُردو کے عام لکھنے پڑھنے والوں کے لیے بھی ہیں جن میں طالب علم، ادیب، شاعر، صحافی، خوش نویس، ٹائپسٹ، نقل نویس، پروف پڑھنے والے، سبھی شامل ہیں۔ ان مباحث کے لیے زبان جتنی زیادہ سے زیادہ آسان اور عام فہم اختیار کی جاسکتی تھی، کی گئی ہے۔ مثالیں ہر جگہ دی گئی ہیں۔

دنیا کی شاید ہی کوئی ترقی یافتہ زبان ہو جس کا املا پوری طرح صوتی ہو۔ حروف کی صوتی اقدار سے عدم مطابقت کئی زبانوں میں ملتی ہے۔ اُردو میں حروفِ صحیح آوازوں سے زیادہ ہیں، اور حروفِ علّت آوازوں سے کم۔ اس سے کچھ پیچیدگیاں تو پیدا ہوتی ہی ہیں، لیکن ان سے مفر بھی نہیں۔ اس کمیٹی کا کام اُردو املا میں تبدیلیاں کرنا نہیں تھا۔ اصل مقصد یہ تھا کہ املا میں جو بے اعتدالیاں اور بے قاعدگیاں راہ پاگئی ہیں، ان کو دور کیا جائے، اور صحت اور اصول کی راہ دکھائی جائے۔ راقم الحروف اُن سب حضرات کا ممنون ہے جنھوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید ہونے کا موقع دیا۔

نئی دہلی

مارچ ۱۹۷۴ء

گوپی چند نارنگ

مقدمہ طبعِ ثانی

املا نامہ کا پہلا ایڈیشن دو ہزار کی تعداد میں ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا تھا، اور ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ املا نامہ کا جو پُرجوش خیر مقدم کیا گیا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس مسئلے پر توجہ کی کتنی شدید ضرورت تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان اور پاکستان میں یہ مسئلہ سب کی نگاہوں کا مرکز بن گیا، اور رسائل وجرائد میں بحثوں اور تبصروں کا تانتا بندھ گیا۔ املا نامہ کے سلسلے میں بالعموم املا کمیٹی کو مبارک باد دی گئی، اور ترقی اُردو بورڈ کے اس اقدام کی ستائش کی گئی۔ لیکن جہاں املا نامہ کے سائنسی انداز، اختصار اور جامعیت کی داد دی گئی اور کہا گیا کہ "یہ ایک وقیع کمیٹی کی سفارشات ہیں جن کی حیثیت سنگِ میل کی ہے اور قدم قدم پر رہنمائی کا حق ادا کیا گیا ہے" وہاں سخت سے سخت تنقید بھی کی گئی اور بعض سفارشات سے اختلافات کرتے ہوئے ان پر نظرِ ثانی کا مطالبہ کیا گیا۔ بالخصوص مولانا عبدالماجد دریا بادی، ڈاکٹر صفدر آہ، پروفیسر ہارون خاں شیروانی، مولانا شہاب مالیرکوٹلوی، سید بدرالحسن، حیات اللہ انصاری، پروفیسر گیان چند جین، علی جواد زیدی، سید شہاب الدین دسنوی، ڈاکٹر خلیق انجم، حسن الدین احمد، ڈاکٹر شکیل الرحمٰن، ڈاکٹر عبدالستار دلوی،

راج نرائن راز، کرشن موہن، ڈاکٹر عابد پشاوری، ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ، ڈاکٹر علیم اللہ حالی، ڈاکٹر سیفی پریمی، رشید نعمانی اور وقار خلیل نے کئی کئی قسطوں میں نہایت بے لاگ تحقیقی تبصرے لکھے اور علمی تجزیے کا حق ادا کیا۔ ان میں سے بعض تبصرے پاکستان کے رسائل نے بھی نقل کیے۔ املا نامہ کے آخر میں چونتیس[۳۴] اہم تبصروں کا گوشوارہ درج ہے، اور عمومی آرا کی تلخیص بھی دے دی گئی ہے تاکہ اس ردِ عمل کا اندازہ کیا جا سکے جو املا نامہ کی اشاعت سے ہوا۔ تمام مبصرین کا شکریہ واجب ہے کہ انھوں نے انتہائی محنت اور دلسوزی سے اس مسئلے پر توجہ صرف کی۔ یہ حقیقت ہے کہ ادھر کسی چھوٹی کتاب پر اتنے تبصرے نہیں لکھے گئے جتنے املا نامہ پر لکھے گئے۔

ڈاکٹر عبد العلیم مرحوم جنھوں نے اپنے شوقِ خاص سے اور شہباز حسین سابق پرنسپل پبلیکیشنز آفیسر کے توجہ دلانے سے اس کام کا آغاز کیا تھا، املا نامہ پر تبصروں کی فائل مجھ کو بھجوا کر فرمائش کی کہ ان تبصروں کی مدد سے ہر سفارش کے بارے میں نام بنام اختلافی نکات کی رپورٹ تیار کر دوں تاکہ املا نامہ پر نظرِ ثانی کا کام شروع کرایا جا سکے۔ یہ اختلافی رپورٹ املا نامہ کے کل صفحات سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ اب کی علیم صاحب نے املا کمیٹی کی توسیع کی اور پہلی کمیٹی کے تین اراکین کے علاوہ پروفیسر مسعود حسین خاں، حیات اللہ انصاری، مالک رام، پروفیسر گیان چند جین، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، پروفیسر محمد حسن، ڈاکٹر خلیق انجم اور سید بدر الحسن کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ ڈاکٹر سید عابد حسین مرحوم بوجہ علالت شرکت نہ فرما سکے اور پروفیسر گیان چند جین صرف ایک جلسے میں شریک ہو سکے، لیکن جین صاحب کا مفصل تبصرہ کمیٹی کے پیشِ نظر رہا۔ اگرچہ اُس

زمانے میں ڈاکٹر عبدالعلیم کی صحت خراب رہنے لگی تھی، اس کے باوجود انھوں نے ہر اجلاس کی صدارت کی ذمہ داری کو پوری دلجمعی سے انجام دیا، اور گھنٹوں بحثوں میں حصہ لیا۔ اس توسیع شدہ کمیٹی کے تین پُرجوش اجلاس رام کرشنا پورم میں علیم صاحب کے دفتر میں منعقد ہوئے، تھوڑا سا کام باقی تھا کہ اچانک بلاوا آگیا اور علیم صاحب نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ چنانچہ یہ کام جوں کا توں دھرا رہا۔ کئی برس کی خاموشی کے بعد جب ترقی اُردو بیورو کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے شمس الرحمٰن فاروقی کا تقرر ہوا تو علاوہ دوسرے کاموں کے، املا کی معیار بندی پر بھی توجہ ہوئی، اور اس بارے میں انھوں نے ورکشاپ کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ چونکہ عربی سے متعلق کچھ امور تصفیہ طلب تھے، اس لیے ڈاکٹر نثار احمد فاروقی سے بھی مشورہ کیا گیا۔ اس ورکشاپ کے تین بھرپور اور طویل اجلاس ترقی اُردو بیورو کے دفتر میں منعقد ہوئے جو صبح سے شام تک جاری رہے۔ ہر ہر سفارش کو بار بار دیکھا اور پرکھا گیا۔ املا نامہ طبع اوّل کی سفارشات، انجمن ترقی اُردو کی کمیٹی اصلاحِ رسم خط کی اصل تجاویز، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے بنیادی کام، رشید حسن خاں کی تصنیف، حفیظ الرحمان واصف کی تنقیدی کتاب، اور املا سے متعلق ڈاکٹر ابو محمد سحر اور دیگر حضرات کے مضامین، تبصروں اور بحثوں کو سامنے رکھا گیا۔ چلن، استعمالِ عام اور مروجہ طریقوں کو پوری اہمیت دی گئی، اور خاصے غور وخوض اور بحث وتمحیص کے بعد انتہائی معروضی طور پر فیصلے کیے گئے، اور جہاں جہاں ضروری تھا لسانی وصوتی توجیہہ کو انتہائی مختصر طور پر لیکن واضح الفاظ میں درج کر دیا گیا۔ کئی جگہ اصولوں اور قاعدوں میں ترمیم و تنسیخ کی گئی۔ بعض توجیہات بدلی گئیں، بعض مقامات پر از روئے اصل حک و اصلاح

کی گئی تو بعض جگہ چلن اور رواج کو بنیادی حیثیت دینے کی وجہ سے تبدیلی کرنی پڑی، کئی شقیں حذف کر دی گئیں، چند ایک کا اضافہ بھی ہوا، اور کچھ گوشواروں کو یکسر بدل دینا پڑا۔ غرض املا نامہ کے نظرِ ثانی شدہ ایڈیشن میں ترمیم و تنسیخ اور اصلاح و اضافے کا عمل جگہ جگہ دکھائی دے گا اور یہ ضروری بھی تھا۔ ورکشاپ کے جلسوں کی صدارت شمس الرحمٰن فاروقی نے کی۔ اگر وہ دلچسپی نہ لیتے تو یہ کام خدا جانے کب تک سرد خانے کی زینت بنا رہتا۔ انھوں نے اور ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے اہم مشورے دیے۔ رشید حسن خاں تمام بحثوں میں شریک ہوئے۔ انھیں بعض نکات پر اصرار تھا لیکن کمیٹی نے اُن سے اختلاف کیا۔

اس وضاحت کی بہر حال ضرورت ہے کہ املا نامہ طبعِ اوّل ہو یا زیرِ نظر ترمیم شدہ ایڈیشن، سفارشات کی اصل وہی ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور مولوی عبدالحق کا کام اور انجمن ترقی اُردو کی اصلاحِ رسمِ خط کمیٹی کی رپورٹ ہے۔ (مقدمۂ طبعِ اوّل میں اس طرف اشارہ بھی کیا گیا تھا کہ "زیادہ تر ان اصلاحات کو اپنایا گیا جو انجمن ترقی اُردو کی کمیٹی اصلاحِ رسمِ خط (۴۴-۱۹۴۳ء) نے پیش کی تھیں"۔) خود رشید حسن خاں نے اعتراف کیا ہے "میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے جو میری تصنیف ہو۔ اس میں وہ باتیں ہیں جو پہلے کہی یا لکھی جا چکی ہیں۔ ان کو میں نے یک جا کیا ہے" (انٹرویو "اُردو تحقیق اور املا کے مسائل" خبر نامہ بہار اُردو اکادمی، مئی ۱۹۸۹ء، ص ۴) حقیقت یہ ہے کہ بعد کے آنے والوں نے زیادہ تر انھیں بنیادوں پر عمارتیں اُٹھائی ہیں، اور بقول سید شہاب الدین دسنوی "اکثر و بیشتر غیر ضروری مواد اور ضرورت سے زیادہ طویل اقتباسات سے صفحات بڑھا دیے ہیں"۔ (نوائے ادب، اپریل ۱۹۷۵ء ص ۴۷) دراصل بنیادی چیز تصورات ہیں۔ اصول (NORMATIVE) ہوتے ہیں جو

لاتعداد بکھرے ہوئے اور بظاہر الگ الگ حقائق کو ایک کُلیے کے تحت لاکر منظم کر دیتے ہیں، تاکہ سچّائی کا نچوڑ ایک دو جملے میں آجائے، اور لفظوں کی سینکڑوں، ہزاروں شکلوں پر ان کا اطلاق ہو سکے۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے اس کام کی راہ دکھائی تھی۔ اصول تصورات ہیں کیونکہ حقائق کو ذہنی تجرید کی سطح پر بیان کرتے ہیں۔ آج ہم ڈاکٹر عبدالستّار صدیقی کے اصولوں سے اتفاق کریں یا اختلاف، ذیل کی مختصر فہرست سے اندازہ ہوگا کہ آج کے سارے مباحث کا سرچشمہ ان کے اور انجمن کے دیے ہوئے اصول ہیں۔

۱۔ اعلیٰ، ادنیٰ، اولیٰ، معلیٰ، مصلیٰ، معریٰ، مقویٰ، تقویٰ، مصفیٰ، مطلیٰ، منقیٰ، مدعیٰ علیہ وغیرہ کو الف مقصورہ کے بجائے معمولی الف سے لکھنا چاہیے۔ (عبدالستّار صدیقی، ص ۶۰) (انجمن ص ۱۱۵، ۱۱۹)

۲۔ وہ عربی لفظ (یا نام) جو خود عربی میں دو طرح لکھے جاتے ہیں، ان کو اُردو میں الف سے لکھنا چاہیے: رحمان، سلیمان، ابراہیم، اسماعیل، لقمان (ص ۱۱۴، ۱۱۹) عیسا، موسا، مصطفا، مرتضا، صغرا، کبرا (انجمن ص ۱۱۵)

۳۔ شوربا، ناشتا (عبدالستّار صدّیقی ص ۵۸) تمغا، حلوا، سقّا (عبدالستّار صدیقی ص ۵۹) کو الف سے لکھنا چاہیے۔ اسی طرح تماشا، تقاضا، ماجرا، مدعا، معما، تبرا، تولا، مربّا، بقایا (عبدالستّار صدّیقی ص ۶۰) (انجمن ص ۱۱۵)

۴۔ علٰحدہ/علاحدہ کی بحث (انجمن ۱۱۵)

۵۔ وصل کا الف لام باقی رہنا چاہیے (انجمن ص ۱۱۳)

۶۔ عربی کی ۃ (تاے مدور) کو اُردو میں ہمیشہ ت لکھنا چاہیے (عبدالستارصدیقی

ص ۵۵، ۵۶) صلات، زکات، تورات، مشکات (انجمن ۱۱۴)

۷۔ ت/ط کی بحث: طپش، طپیدن، طشت، طشتری، طوطا، طوطیا، طمانچہ، طلاطم، طیاری کو ط سے نہیں، ت سے لکھنا چاہیے۔ (عبدالستار صدیقی ص ۶۸)

۸۔ ذ یا ز کی بحث (عبدالستار صدیقی ص ۶۵)

۹۔ گذشتن (عبدالستار صدیقی ص ۶۵)

۱۰۔ پذیرفتن (عبدالستار صدیقی ص ۶۵)

۱۱۔ پذیرا (ایضاً ص ۶۵)

۱۲۔ آذر (عبدالستار صدیقی ۶۶) آزر (ایضاً ۶۶)

۱۳۔ زخار (عبدالستار صدیقی ۶۶)

۱۴۔ آزوقہ (عبدالستار صدیقی ۶۶)

۱۵۔ ذات (عبدالستار صدیقی ۶۶) زات کی سفارش نہیں مانی گئی (ایضاً ۶۶)

۱۶۔ ذرہ، زرہ (عبدالستار صدیقی ۶۷)

۱۷۔ ازدحام، اژدحام کی بحث (عبدالستار صدیقی ۶۸)

۱۸۔ ہائے مختفی: تمام دیسی لفظوں کو جو عربی فارسی کی نقل میں خواہ مخواہ مختفی ہ سے لکھے جاتے ہیں، الف سے لکھنا چاہیے: آنولا، بھروسا، باجا، بٹوا، بلبلا، دھوکا، باڑا، پٹاخا، پٹارا، چبوترا، راجا (عبدالستار صدیقی ۵۷)

۱۹۔ یورپی الفاظ بھی الف کے ساتھ: ڈراما، فرما، کمرا، مارکا (عبدالستار صدیقی ۵۷)

۲۰۔ عربی فارسی لفظوں کی تصریفی شکلیں: ان سب لفظوں کے آخر میں الف لکھنا چاہیے جو ایک اُردو اور ایک فارسی یا عربی جز سے بنے ہیں: بدلا، بےفکرا، نودولتا،

کبابیا، مسالا، ملیدا، دپینا (عبدالستار صدیقی، ۵۰) تماہا، پھماہا، پچرنگا، سترنگا
(عبدالستار صدیقی ۵۸) دوماہا (ایضاً ۶۱)

۲۱۔ پٹنہ، آگرہ، کلکتہ شہروں کے ناموں کو جوں کا توں لکھنا چاہیے۔
(عبدالستار صدیقی ۵۶)

۲۲۔ مسالا کی بحث (عبدالستار صدیقی ۵۷)

۲۳۔ گنبد، زنبور، شنبہ، تنبورہ جیسے عربی فارسی لفظوں میں ن ساکن کے بعد ب آئے تو اصل کی پیروی کرنی چاہیے، نہیں تو میم لکھا جائے
(عبدالستار صدیقی ۶۴)

۲۴۔ نون غنہ کے لیے الٹے قوس کا استعمال مولوی عبدالحق نے انجمن ترقی اردو کی مطبوعات کے ذریعے رائج کیا تھا۔

۲۵۔ گانو، پانو، چھانو، دانو میں نون غنہ کی بحث (عبدالستار صدیقی ۶۲)

۲۶۔ پردے، جلوے: محروف شکلوں میں ے لکھنی چاہیے "وہ چھٹے درجے میں پڑھتا ہے" "میں مدرسے جاتا ہوں" (عبدالستار صدیقی ۶۱)

۲۷۔ ہمزہ: ابتدا، انتہا، ارتقا، استدعا، استغنا میں ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے (عبدالستار صدیقی ۵۹)

۲۸۔ بناو سنگار، دیو، بھاو، تاو، نبھاو، گھماو میں ہمزہ کا کچھ کام نہیں۔ (عبدالستار صدیقی ۶۳)

۲۹۔ گاے، چاے، راے، ہاے میں بھی ہمزہ نہ چاہیے (عبدالستار صدیقی ۶۳)

۳۰۔ ہمزہ اسی وقت آئے گا جب اس سے پہلے زبر ہو، اگر زیر ہو تو یاے

لکھی جائے گی۔ دیے، یلیے، کیے، چاہیے، دیجیے، لیجیے میں ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے (عبدالستار صدیقی ۶۳، ۶۴)

۳۱۔ گنتیاں: دونو غلط دونوں صحیح (عبدالستار صدیقی ۶۳)

۳۲۔ چھے کی بحث (عبدالستار صدیقی ۶۱)

۳۳۔ گیارہ سے اٹھارہ تک آخر کا حرف ہ ہے۔ ان کو ہ سے لکھنا چاہیے (عبدالستار صدیقی ۶۲، ۶۳)

۳۴۔ لفظوں میں فاصلے اور لفظوں کو ملا کر یا الگ الگ لکھنے کی بحث (انجمن ۱۱۱، ۱۱۸) مرکب لفظ جو دو یا زیادہ لفظوں سے بنے ہوں، آپس میں ملا کر نہ لکھے جاویں (انجمن ۱۱۱، ۱۱۸)

۳۵۔ مفرد لفظوں کے تکراری اجزا کو الگ الگ لکھنا چاہیے۔ بی بی، دُل دُل، جھن جھنا، کن کنا، گل گلا، کھٹ کھٹاہٹ (انجمن ۱۱۱، ۱۱۸)

۳۶۔ فارسی لاحقے اُردو عبارت میں الگ لکھنے چاہییں: بہ خوبی، بہ ہر حال، بہ دولت، نہ گفت، بہ قول، تا وقتے کہ (انجمن ۱۱۲)

۳۷۔ انگریزی کے صوتی ٹکڑوں کو الگ الگ کر کے لکھنا چاہیے: ان فارمل، ان سٹی ٹیوٹ، کان فرنس، یونی ورسٹی (انجمن ۱۱۵، ۱۱۹)

۳۸۔ اعراب (حرکات وسکنات) کی بحث (قواعدِ اُردو، مولوی عبدالحق ۴۳، ۵۰)

۳۹۔ رموزِ اوقاف کی بحث (مولوی عبدالحق ۳۳۸۔ ۳۵۴)

۴۰۔ اعراب میں واؤ معروف کے لیے اُلٹا پیش اور یائے معروف کے لیے کھڑا زیر مولوی عبدالحق نے رائج کیا تھا۔

واضح رہے کہ یہ وہ اصول ہیں جو املا نامہ کی زیادہ تر سفارشات کی بنیاد ہیں۔
ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے اور بھی بہت سے اصول پیش کیے جن کو مندرجہ بالا فہرست میں عمداً شامل نہیں کیا گیا، اس لیے کہ وہ اصول و تجاویز ان کی زندگی ہی میں رد ہو گئیں، مثلاً بالکل کو بلکل یا خوش کو خُش لکھنا، یا نون غنہ کو منفصل لکھنا جیسے یہاں ں، باں ں، یا ی کو بھی مثل الف اور واؤ الگ لکھنا، جیسے بی ن، ڈر، پی ر، پڑ ر، یا ہمزہ جب منفصل حرف کے بعد آئے تو اس کو جدا لکھنا، جیسے لا ی، جا ی، یا ڑھ کو ڑھ، ڈھ کو ڈھ لکھنا وغیرہ۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی فاضلِ اجل تھے۔ نیز مولوی عبدالحق جو انجمن کی کمیٹی اصلاحِ رسمِ خط کی روح و رواں تھے، اور برج موہن دتاتریہ کیفی جو اس کمیٹی کے رکن تھے، دونوں عالمِ بے بدل تھے۔ ان اور دوسرے حضرات نے جو اصول بنائے ہوں گے اور تجویزیں پیش کی ہوں گی، پوری ذمہ داری اور پورے غور و فکر کے بعد کی ہوں گی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں سے متعدد اصول زمانے نے رد کر دیے۔ ہر زبان کا ایک لسانی مزاج ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اُردو کے لسانی مزاج نے ان اصولوں کو رد کر دیا جو اس سے لگّا نہیں کھاتے تھے، اور صرف ان اصولوں کو قبول کیا جو اس سے ہم آہنگ تھے۔ ان اصلاحات کو پیش ہوئے تقریباً نصف صدی گزرنے کو آئی ہے۔ علم کا افق بھی روز بروز وسیع ہو رہا ہے۔ چنانچہ ترقی اُردو بورڈ نے ڈاکٹر سید عابد حسین کی صدارت میں جب املا کمیٹی تشکیل کی، اور راقم الحروف کو اس کا رکن نامزد کیا، تو خاکسار نے اس کام کو ایک چیلنج سمجھ کر قبول کیا، کیونکہ مجھے احساس تھا کہ وہ زبان جس کی صوتیات، صرفیات اور نحویات یعنی ہر ہر سطح پر تین تین لسانی خاندانوں کے اثرات یعنی ہند آریائی، ایرانی اور سامی اثرات بیک وقت کارفرما ہوں،

اور اختلاط و امتزاج کی قوس قزح پیش کرتے ہوں، اس کے رسمِ خط کے ان گنت اجزا میں مطابقتیں تلاش کرنا اور انھیں کلیوں کے تحت لاکر سیدھے سادے اصولوں میں بیان کرنا خاصا دقت طلب کام ہے۔ اس راہ کے مسافر کو ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے کام سے تقویت ضرور پہنچتی ہے، لیکن یہ بھی معلوم تھا کہ انتہائی نیک نیتی اور گہرے لسانی شعور پر مبنی اُن کی کئی اصلاحات کو اُردو نے گوشۂ چشم سے دیکھنا تک گوارا نہ کیا۔ بہر حال ان پیچیدگیوں اور مشکلات کے گہرے احساس کے ساتھ راقم الحروف نے اس کام کو ہاتھ میں لیا۔ ڈاکٹر عبدالعلیم اور ڈاکٹر سیّد عابد حسین کی کرم گستری تھی کہ انھوں نے یہ ذمہ داری خاکسار کو سونپی۔ جیسا کہ پہلے وضاحت کی جا چکی ہے، کمیٹی نے نہ صرف ڈاکٹر عبدالستّار صدیقی اور انجمن کے کام کو سامنے رکھا، بلکہ اس وقت تک مختلف حضرات نے متعلقہ مسائل پر جو کچھ بھی لکھا تھا، اس کا بغور مطالعہ کیا گیا، نیز رشید حسن خاں جو کمیٹی کے رکن بھی تھے، ان کے کام اور مشوروں سے بھی استفادہ کیا گیا۔ تاہم جس طرح ڈاکٹر عبدالستّار صدیقی اور انجمن کی اصلاحات کو من و عن قبول نہیں کیا گیا، رشید حسن خاں کی کئی باتوں سے بھی اتفاق نہیں کیا جا سکا۔ ہر ہر سفارش پر کھُل کر گفتگو ہوئی، اور پوری بحث و تمحیص کے بعد تجاویز کو یا تو رد کیا گیا، یا از سرِ نو لکھا گیا، یا قبول کیا گیا۔ خاکسار کی کوشش رہی ہے کہ سفارشات پیش کرتے ہوئے اختصار ملحوظ رہے، زبان زیادہ سے زیادہ سادہ ہو، اور جہاں ضرورت ہو لسانی سائنٹفک توجیہہ کو آسان سے آسان لفظوں میں پیش کر دیا جائے۔ اُردو میں غُنیت، ہکاریت اور ہمزہ کے مسائل نہایت پیچیدہ ہیں۔ ان کے بارے میں مختصر لسانی وضاحتیں ضروری خیال کی گئیں۔ مصوتی اِعراب کے تحت اُردو کے

دس مصوتوں کے لیے جو مکمل اعرابی نظام پیش کیا گیا ہے، وہ اب تک کے پیش کردہ طریقوں میں سب سے زیادہ سہل اور سائنٹیفک ہے۔ ڈاکٹر سید عابد حسین (مرحوم) اور ڈاکٹر عبد العلیم (مرحوم) نے ان لسانی وضاحتوں کو نہ صرف پسند کیا بلکہ ان پر صاد بھی کیا۔

املا نامہ کا دوسرا ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے کئی باتوں میں مختلف ہے۔ صاحب الرائے اور صاحبِ علم مبصرین کی اکثریت نے جن تجاویز سے اختلاف کیا تھا، ان میں سے زیادہ تر کا تعلق الف مقصورہ، نون اور نون غنہ، ہائے مخفی، ت، ط اور ہمزہ اور اضافت کے مسائل سے تھا، اس لیے ان شقوں میں تبدیلیاں ضروری تھیں۔ یوں تو ہر ہر سفارش پر نظرِ ثانی کی گئی ہے، کہیں وضاحتوں میں ترمیم و اضافہ ہوا ہے تو کہیں مثالوں میں الفاظ کو بدلا گیا ہے، لیکن جن بنیادی تبدیلیوں کی وجہ سے املا نامہ کا یہ ایڈیشن پہلے سے مختلف ہو گیا ہے، ان میں خاص خاص یہ ہیں: الفِ مقصورہ کو زیادہ تر برقرار رکھا گیا ہے۔ طشت، طشتری، طمانچہ، طوطی، غلطاں وغیرہ الفاظ کو ط سے لکھنا صحیح تسلیم کیا گیا ہے۔ گانو، پانو، چھانو کے بجائے گاؤں، پاؤں، چھاؤں کی تائید کی گئی ہے۔ اسی طرح حاصل مصدر بچاؤ، بناؤ، بہاؤ اور امر بچاؤ، بناؤ، بہاؤ سب میں ہمزہ کے استعمال کو مناسب قرار دیا گیا ہے، نیز اسما گائے، پائے، چائے، رائے، جائے میں بھی ہمزہ لکھنا مناسب خیال کیا گیا ہے۔ ایک اہم مسئلہ اضافت کے لیے ہمزہ کا تھا، یعنی بوئے گل، صدائے دل، اُردوئے معلیٰ میں یائے پر ہمزہ لکھا جائے کہ نہیں۔ مبصرین میں تقـ

سب نے ہمزہ کے استعمال کی تائید کی، نیز چونکہ ان ترکیبوں میں دوہرے مصوتے کی آواز ثابت ہے، اس لیے ہمزہ کے استعمال کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ آزمائش، نمائش اگرچہ ازروئے اصل یائے سے ہیں، لیکن اُردو میں چونکہ ہمزہ سے بولے جاتے ہیں، ایسے تمام الفاظ کو ہمزہ ہی سے لکھنا ٹھیک سمجھا گیا۔ سابقوں لاحقوں میں بل کہ، کیوں کہ، چوں کہ، حالاں کہ، چناں چہ، بہ خوبی، بہ ہرحال، بہ خدا کو الگ الگ لکھنے کو کہا گیا تھا، لیکن چونکہ ان کی ملی ہوئی شکلیں پوری طرح چلن میں آ چکی ہیں، ایسے تمام لفظوں کو ملا کر لکھنے ہی کو مناسب قرار دیا گیا۔ اس طرح املا نامہ طبع دوم میں عملی دقتوں کا پہلے سے زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ یوں اب یہ اُردو زبان کے مزاج اور چلن کی پہلے سے کہیں بہتر نمائندگی کرتا ہے۔

ادھر پاکستان میں بھی اُردو املا کی معیار بندی کے سلسلے میں پیش رفت ہوئی ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی کے زیرِ سرکردگی مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد کے زیرِ اہتمام ایک سہ روزہ سیمینار "املا اور رموزِ اوقاف کے مسائل" ۲۳ تا ۲۵ جون ۱۹۸۵ء منعقد ہوا۔ اس سیمینار کی روداد مقتدرہ کے "اخبارِ اُردو" کے جنوری ۱۹۸۶ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ نیز ان تمام مقالات اور مباحث کو مقتدرہ نے کتابی طور پر بھی شائع کر دیا ہے (املا و رموزِ اوقاف کے مسائل، مرتبہ اعجاز راہی، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء) اس سیمینار میں املا سے متعلق چودہ سفارشات پیش کی گئیں۔ یہ چونکہ مفصل نہیں تھیں، ان کی تفصیلات مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جس میں ذیل کے اراکین تھے: ۱۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔ ۲۔ پروفیسر شریف کنجاہی۔ ۳۔ مظفر علی سید۔ ۴۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

۵۔ ڈاکٹر ممتاز منگلوری اور ۶۔ ڈاکٹر محمد صدیق شبلی (سکریٹری)۔ اس کمیٹی کے اجلاس ۲۲، ۲۳، اور ۲۴، اکتوبر ۱۹۸۵ء کو راولپنڈی میں منعقد ہوئے۔ سیمینار کی سفارشات پر غور کیا گیا، اور ہر سفارش کے بعد مثالیں درج کی گئیں، اور بعض مسائل جو پہلے سفارشات میں شامل نہیں تھے، انھیں بھی زیرِ بحث لا کر کل ۲۴ سفارشات منظور کی گئیں۔ یہ سفارشات "اخبارِ اردو" جنوری ۸۶ ۱۹ء میں صفحہ ۱۵ سے ۲۲ پر شائع ہوئی ہیں۔

پاکستانی سفارشاتِ املا میں زیادہ تر املا نامہ طبعِ اوّل کی سفارشات پیشِ نظر رہی ہیں۔ البتہ بعض جگہ الگ ترجیحات بھی قائم کی گئی ہیں۔ لطف کی بات ہے کہ املا نامہ کی نظرِ ثانی کمیٹی نے جن تبدیلیوں پر اصرار کیا تھا، مثلاً گاؤں، پاؤں (اسما)، مہندی، مہنگی میں نون غنہ کو چلن کے مطابق لکھنا، یا بچاؤ، پتھراؤ، نیز گائے، چائے، رائے، جائے (اسما) کو ہمزہ کے ساتھ لکھنا، یا اردوئے معلی، بوئے گل میں اضافت کی یائے پر ہمزہ کو برقرار رکھنا، یا آزمائش، نمائش کو ہمزہ کے ساتھ لکھنا، یا بلکہ، چونکہ، چنانچہ کو توڑ کر نہ لکھنا، پاکستانی سفارشوں میں بھی چلن کے ان تمام مقامات کی تائید کی گئی ہے۔ البتہ کچھ سفارشات میں چلن کو نظر انداز بھی کیا گیا ہے، مثلاً الف مقصورہ کو زیادہ سے زیادہ برقرار رکھا ہے، یا کلیتہً، ارادۃً میں تنوین کو تائے مدوّر پر لکھنے کی سفارش کی ہے، یا گزارش، گزرنا، گزارنا، باج گزار، خدمت گزار جیسے لفظوں کو بھی ذال سے لکھنے پر اصرار کیا ہے۔ اردو مصوتوں کے اعراب کی نشان دہی ضروری تھی، اس پر توجہ نہیں کی گئی۔ سوائے ان امور کے باقی سفارشات تقریباً وہی ہیں، اور اسی ڈھانچے

کو برقرار رکھا ہے۔

املا نامہ کے نظرِ ثانی شدہ ایڈیشن کے لیے ڈاکٹر فہمیدہ بیگم، ترقی اُردو بیورو کی موجودہ ڈائرکٹر کا شکریہ بھی واجب ہے کہ جب سے انھوں نے چارج سنبھالا ہے، املا نامہ کے نئے اڈیشن کے لیے تقاضا کرتی رہی ہیں۔ میری دوسری مصروفیات نے ادھر توجہ کا موقع ہی نہ دیا۔ ادھر اسٹینڈنگ کمیٹی اور ترقی اُردو بورڈ نے ریزولیوشن کر دیا تو اُن کی طرف سے تقاضا شدید ہوگیا۔ اُن کا ممنون ہوں کہ اس طرح یہ کام جو کئی برس سے ادھورا رکھا ہوا تھا، پورا کرنا پڑا۔ ادھر ستمبر میں کشمیر یونی ورسٹی جانے کا اتفاق ہوا۔ یہاں کی پُرسکون فضا میں کچھ وقت نکال کر میں مسودے کو آخری شکل دے سکا۔ پروفیسر حامدی کاشمیری کی دوستداری اور کرم فرمائی کا ایک مدت سے قائل ہوں۔ ان کا اور شعبۂ اُردو کشمیر یونی ورسٹی کے رفقا کا ممنون ہوں کہ ان کی عنایت اور تعاون سے یہ ادھورا کام سری نگر میں تکمیل کو پہنچا۔

آخر میں یہ اعادہ ضروری ہے کہ املا نامہ کی سفارشات اس احساس کے ساتھ مرتب کی گئی ہیں کہ زبان اور اس کے تمام ظواہر کسی فردِ واحد، ادارے یا انجمن کے حکم کے تابع نہیں۔ زبان ایک وسیع تر عمرانیاتی نظام کا حصّہ ہے جو عوامی ضرورتوں اور رواج اور چلن سے وجود میں آتا ہے اور جس کی پشت پر صدیوں کے تاریخی اور لسانیاتی ارتقا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ زبان اور رسم الخط میں کسی طرح

کی کوئی تبدیلی کوئی فردِ واحد، کمیٹی یا انجمن یا ادارہ جبراً مسلط نہیں کرسکتا۔ تبدیلیاں تو ہوتی ہیں لیکن یہ زبان کے خاموش عمرانیاتی عمل کے تحت از خود رونما ہوتی ہیں۔ کمیٹیاں اور ادارے صرف اتنا کرسکتے ہیں کہ کسی مسئلے کے بارے میں احساس وشعور کو بیدار کردیں اور آگہی کی فضا پیدا کردیں تاکہ انتشار دور ہو۔ چنانچہ یہ سفارشات بھی تجاویز ہیں، سرکاری حکم نامہ نہیں، اور اس توقع کے ساتھ پیش کی جارہی ہیں کہ ان سے املا کی معیار بندی کے لیے احساس وشعور کی بیداری کا عمل تیز تر ہوگا اور آگہی کی فضا پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔ زبان ایک زندہ حقیقت ہے جس میں تبدیلیوں کا عمل جاری رہتا ہے۔ چنانچہ اصولوں میں اتنی لچک بہر حال ہونی چاہیے کہ زبان کے وسیع تر چلن اور آئندہ ضرورتوں کا ساتھ دے سکیں۔ ہمارا جو فرض تھا، وہ ہم نے ادا کیا، فیصلہ بہر حال زمانہ اور وقت کرے گا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

نسیم باغ
سری نگر

گوپی چند نارنگ

۱۶؍ستمبر ۱۹۸۸ء

سفارشات

الف

اعلیٰ، ادنیٰ، عیسیٰ، موسیٰ

عربی کے کچھ لفظوں کے آخر میں جہاں الف کی آواز ہے، وہاں بجائے الف کے ي لکھی جاتی ہے اور اس پر چھوٹا الف (الف مقصورہ) نشان کے طور پر بنا دیا جاتا ہے، جیسے ادنیٰ، اعلیٰ، عیسیٰ، موسیٰ، دعویٰ، فتویٰ۔ اس قبیل کے کئی الفاظ اُردو میں پہلے ہی پورے الف سے لکھے جاتے ہیں، مثلاً تماشا، تمنا، تقاضا، مدعا، مولا۔ لیکن کئی لفظ دونوں طرح سے لکھے جاتے ہیں، اور ان کے بارے میں ٹھیک سے معلوم نہیں کہ انھیں پورے الف سے لکھنا چاہیے یا چھوٹے الف سے۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے املا کے اِس انتشار کو دور کرنے کے لیے تجویز کیا تھا کہ اُردو میں ایسے تمام الفاظ کو پورے الف سے لکھا جائے۔ لیکن یہ چلن میں نہیں آسکا۔ چنانچہ سرِدست اصول یہ ہونا چاہیے کہ اس قبیل کے جو الفاظ اُردو میں پورے الف سے لکھے جاتے ہیں اور ان کا یہ املا رائج ہو چکا ہے، ایسے الفاظ کو پورے الف سے لکھا جائے۔ باقی تمام الفاظ کے قدیم املا میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں، اور یہ بدستور چھوٹے الف سے لکھے جاسکتے ہیں۔

پورے الف سے لکھے جانے والے الفاظ :

مولا	مُصفّا	تَوَلّا	مُدّعا
تقاضا	مُنقّا	تماشا	مُدّعا علیہ
تمنّا	ہیوُلا	نصارا	مقتدا
مقتضا	ماوا		

باقی تمام الفاظ چھوٹے الف سے لکھے جا سکتے ہیں :

ادنیٰ	اعلیٰ	عیسیٰ	موسیٰ
یحییٰ	مجتبیٰ	مصطفیٰ	مرتضیٰ
دعویٰ	فتویٰ	لیلیٰ	تعالیٰ
معلیٰ	صغریٰ	کبریٰ	کسریٰ
اولیٰ	منادیٰ	مثنیٰ	مقفیٰ
طوبیٰ	ہدیٰ	معریٰ	عقبیٰ
تقویٰ	متبنّیٰ	حسنیٰ	قویٰ
مستثنیٰ	حتیٰ کہ	عہدِ وسطیٰ	مجلسِ شوریٰ
یدِ طولیٰ	اُردوئے معلیٰ	من و سلویٰ	عید الضحیٰ
مسجد اقصیٰ	سدرۃ المنتہیٰ	شمس الہدیٰ	

ذیل کے الفاظ کے رائج املا میں بھی کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں :

اللہ　　　الٰہ　　　الٰہی

اسی طرح الٰہ آباد، بارِ الٰہ، الٰہی بخش، ولی اللٰہی، الٰہیات بھی جوں کے توں لکھے

جائیں گے۔

۲ دعوائے پارسائی ، لیلائے شب

اضافت کی صورت میں ایسے تمام لفظ الف سے لکھے جاتے ہیں اور یہی صحیح ہے، جیسے :

لیلائے شب دعوائے پارسائی فتوائے جہانداری

۳ عربی مرکبات

یہ بات اصول کے طور پر تسلیم کر لینی چاہیے کہ عربی کے مرکبات، جملے، عبارتیں یا اجزا جب اُردو میں منقول ہوں تو ان کو عربی طریقے کے مطابق لکھا جائے۔ مثلاً

عَلَی الصَّبَاح عَلَی الرَّغم عَلَی العُمُوم

عَلَی الحِسَاب عَلَی الخُصُوص حَتَّی الاِمکان

حَتَّی الوَسع بِالخُصُوص حَتَّی المَقدُور عَلیٰ ہٰذا القِیَاس

۴ رحمٰن ، اسمٰعیل

بعض عربی الفاظ میں چھوٹا الف درمیانی حالت میں لکھا جاتا ہے، جیسے : رحمٰن، اسمٰعیل، ان میں سے کئی لفظ اُردو میں پہلے ہی پورے الف سے لکھے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی یہ تجویز مناسب ہے کہ اُردو میں "ایسے سب لفظوں کو الف کے ساتھ لکھا جائے۔"

رحمان ابراہیم سلیمان مولانا

یاسین اسحاق لقمان اسمٰعیل

البتہ جب ایسا کوئی لفظ قرآن پاک کی سورتوں کے نام یا اللہ کے اسمائے صفات کے طور پر استعمال ہوگا تو اس کا اصلی املا برقرار رہے گا۔ عربی ترکیب میں بھی اصلی املا برقرار رہنا چاہیے۔

۵ علٰحدہ

علٰحدہ یا علیحدہ کو علاحدہ لکھنا چاہیے، اسی طرح علاحدگی (ڈاکٹر عبدالستار صدیقی)

۶ لہٰذا

لفظ لہٰذا کی بھی رائج صورت میں تبدیلی کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ لفظ اسی املا کے ساتھ پوری طرح چلن میں آچکا ہے۔

۷ معمّہ، تمغہ، معمّا، تمغا

عربی اور ترکی کے کچھ لفظوں کے آخر میں الف ہے، لیکن ان میں سے بعض لفظ ہ سے لکھے جاتے ہیں۔ اس بارے میں اصول یہ ہونا چاہیے کہ جو لفظ ہ سے رائج ہو چکے ہیں، ان کا املا ہ سے مان لینا چاہیے، باقی الفاظ کو الف سے لکھنا چاہیے:

ذیل کے الفاظ ہ سے صحیح ہیں:

شوربہ	چغہ	سقہ	عاشورہ
قورمہ	ناشتہ	ملغوبہ	الغوزہ

ذیل کے الفاظ الف سے لکھنے چاہییں :

معما　　تماشا　　تقاضا　　حلوا

مربا　　مچلکا　　بقایا　　تمغا

ڈاکٹر عبد الستار صدیقی نے بھی ان میں سے بیشتر الفاظ کو الف سے لکھنے کی سفارش کی ہے۔

۸ بالکل ، بالتّرتیب

ایسے مرکّب لفظ اُردو میں اچھی خاصی تعداد میں ہیں جو عربی قاعدے کے مطابق الف لام کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ ایسے مرکّبات کی دو صورتیں ہیں، ایک وہ جہاں الف لام حروفِ شمسی (ت ، ث ، د ، ذ ، ر ، ز ، س ، ش ، ص ، ض ، ط ، ظ ، ل ، ن) سے پہلے آیا ہے اور بعد کا حرف مشدّد بولا جاتا ہے تو الف لام آواز نہیں دیتا، جیسے عبدالستّار، یا بالتّرتیب میں۔ دوسرے وہ جن میں الف لام حروفِ قمری (باقی تمام حروف) سے پہلے آیا ہے تو لام تلفّظ میں شامل رہتا ہے، جیسے بالکل یا ملکُ الموت میں۔ ہمیں سیّد ہاشمی فرید آبادی کی اس تجویز سے اتّفاق نہیں کہ حروفِ شمسی و قمری کا فرق اُردو میں اٹھا دینا چاہیے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ طریقہ اُردو املا کا جز ہو چکا ہے، اِس کو بدلنا ممکن نہیں۔ چنانچہ ایسے تمام الفاظ کا وہی قدیم املا برقرار رکھنا چاہیے :

فی الحال　　بالکل　　انا الحق　　بالفعل　　ملک الموت

البتّہ یہ ضروری ہے کہ جہاں لام آواز نہ دے وہاں لام کے بعد والے

حرف پر تشدید لگائی جائے[۵]، اور ان الفاظ میں الف لام کو اُردو کے خاموش حروف تسلیم کر لیا جائے۔ پڑھنے والے کو تشدید سے معلوم ہو جائے گا کہ الف لام تلفظ میں نہ آئے گا:

عبدُالسّتار	شجاعُ الدّولہ	عبدُالرّزّاق
لغاتُ النّساء	بِالتّرتیب	فخرُالدّین

---

[۵] ڈاکٹر عبدالسّتار صدیقی نے الف لام پر سکونت کی علامت بنانے کی جو سفارش کی تھی، وہ غیر ضروری ہے۔

الف ممدودہ

الف ممدودہ کا مسئلہ صرف مرکّبات میں پیدا ہوتا ہے۔ یعنی دل آرام لکھا جائے یا دلارام۔ ایسی صورت میں اصول یہ ہونا چاہیے کہ معیاری تلفظ کو رہنما بنایا جائے اور مرکب جیسے بولا جاتا ہو، ویسے لکھا جائے۔

بغیر مد کے:	برفاب	تیزاب	سیلاب
غرقاب	سیماب	زہراب	خوشامد
دستاویز	گلافتاب	تلخاب	سردابہ
گرمابہ	مرغابی		
مع مد کے:	گرد آلود	دل آویز	عالم آرا
جہان آباد	دل آرا	دل آرام	دوآبہ
ابر آلود	خمار آلود	قہر آلود	زہر آلود
زنگ آلود	خون آلود	رنگ آمیز	درد آمیز
جہاں آرا	حسن آرا	خانہ آباد	عشق آباد
	عدم آباد		

تنوین

اُردو میں عربی کے ایسے کئی لفظ استعمال ہوتے ہیں جن پر دو زبر آتے ہیں، جیسے فوراً، عموماً، خصوصاً، وقتاً فوقتاً، اتفاقاً۔ تنوین اُردو املا کا حصّہ بن چکی ہے۔ اس لیے اسے بدلنا مناسب نہیں۔ چنانچہ فوراً کو فورن لکھنے کی سفارش نہیں کی جاسکتی۔ اس کو فوراً لکھنا ہی صحیح ہے۔ البتہ وہ لفظ تصفیہ طلب ہیں جن کے آخر میں ت آتی ہے۔ ایسے لفظوں کے بارے عربی املا کا اصول یہ ہے کہ اگر ت کسی لفظ کے مادّے میں شامل ہے تو تنوین کی صورت میں اُس پر الف کا اضافہ کرکے تنوین لگائی جاتی ہے، جیسے وقتاً فوقتاً۔ لیکن اگر ت مادّے میں شامل نہیں تو وہ تائے مُدَوَّرہ ۃ کی صورت میں لکھی جاتی ہے اور اس پر دو زبر لگا دیے جاتے ہیں، جیسے عادۃً۔ اس صورت میں الف کا اضافہ نہیں کیا جاتا اور تنوین تائے مُدَوَّرہ پر لگائی جاتی ہے۔ اُردو املا میں عام طور سے اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا، اور تنوین ایسے تمام الفاظ میں الف کا اضافہ کرکے لگائی جاتی ہے۔

اس ضمن میں ہمیں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس اصول کو تسلیم کرلینا چاہیے:

"عربی کی ۃ کو اُردو میں ہمیشہ ت لکھنا چاہیے"۔ چنانچہ اُردو میں تنوین کے لیے

ت والے لفظوں کے بارے میں قاعدہ یہ ہوا کہ سب لفظوں کے آخر میں الف کا اضافہ کر کے تنوین لکھی جائے، مثلاً

نسبتاً مروتاً عادتاً ضرورتاً

ارادتاً فطرتاً شکایتاً کلّیتاً

قدرتاً حقیقتاً حکایتاً طبیعتاً

وقتاً فوقتاً شریعتاً طاقتاً

اشارتاً مصلحتاً حقارتاً وراثتاً

صراحتاً عقیدتاً وضاحتاً شرارتاً

کنایتاً

ت ، ۃ

اوپر ہم تنوین کے سلسلے میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس اصول کو اپنا چکے ہیں کہ اُردو کے حروفِ تہجّی میں تائے مدوّر نام کی کوئی چیز نہیں لیکن اُردو میں گنتی کے چند عربی الفاظ ۃ سے لکھے جاتے ہیں۔ جب تک یہ اسی طرح چلن میں ہیں، ان کو عربی طریقے سے لکھنا مناسب ہے :

صلوٰۃ　　　زکوٰۃ　　　مشکوٰۃ

البتہ اس قبیل کے دیگر عربی الفاظ کے بارے میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی رائے صحیح ہے کہ یہ اُردو میں ت سے لکھے جاتے ہیں، اور اسی طرح چلن میں آ چکے ہیں۔ چنانچہ ان کو ت ہی سے لکھنا چاہیے۔

حیات　　　نجات　　　بابت

منات　　　مسمات　　　توریت

ت ، ط

اُردو میں کچھ لفظ ایسے ہیں جو ت اور ط دونوں سے لکھے جاتے ہیں، ان کے املا میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

ذیل کے الفاظ ت سے صحیح ہیں :

تپش	تہران	تپاں
تیار	تیاری	توتا۔

ناتا (رشتہ)

ذیل کے الفاظ کو ط سے لکھنا صحیح ہے :

غلطاں	طشت	طشتری
طمانچہ	طہماسپ	طوطی

ذ، ز، ژ

گذشتہ ، گزارش

فارسی مصادر گذشتن، گذاشتن اور پذیرفتن کے جملہ مشتقات بقول ڈاکٹر عبدالستار صدیقی ذال سے لکھنے صحیح ہیں۔

گذشتہ	گذرگاہ	گذشتگان	درگذر
رہ گذر	پذیرفتہ	راہ گذار	پذیرائی
سرگذشت	اثر پذیر	واگذاشت	دل پذیر

گزاردن (بہ معنی ادا کرنا، پیش کرنا) کے مشتقات کو زے سے لکھنا صحیح ہے، جیسے:

گزارش	خدمت گزار	باج گزار	شکرگزار
نماز گزار	مال گزاری	عرضی گزار	

گزرنا اور گزارنا اگرچہ گذشتن سے ہیں لیکن تہنید اور تارید کے عمل سے گزر کر اُردو کے مصدر بن چکے ہیں، اس لیے ان کی تمام تصریفی شکلیں زے سے لکھی جانی چاہییں، اسی طرح گزارا اور گزرانا بھی زے سے لکھنے مناسب ہیں۔

اس سلسلے کے بعض متنازعہ فیہ الفاظ جن سے ڈاکٹر صدیقی نے اور دوسروں نے بحث کی ہے، یہ ہیں :

آزر : حضرت ابراہیم کے والد یا چچا کا نام ز سے ہے، جیسے : آزرِ بت تراش۔ اور آگ کے معنی میں یہ لفظ ذال سے ہے، جیسے : آذرکدہ، بہ معنی آتش کدہ۔ اور آذر فشاں، بہ معنی آتش فشاں۔ نیز ذال ہی سے ایک رومی مہینے کا نام بھی ہے۔

ذرّہ : (کسی چیز کا بہت چھوٹا ٹکڑا)

ذرا : (تھوڑا، قلیل) اگرچہ ڈاکٹر صدیقی نے ز سے لکھنے پر زور دیا ہے، لیکن کمیٹی اس کی تائید نہیں کرتی۔

ذات : (نفس، شخص، قوم، نژاد، ہندی جات)

زخّار : (بحرِ زخّار)

آزوقہ : (غذائے قلیل)

ازدحام : (اُژدہام، اژدحام، ازدہام غلط ہے۔)

۲ ژ

ذیل کے لفظوں کا صحیح املا ژ سے ہے :

مژدہ	مژہ	ارژنگ	واژوں	مژگاں
پژمردہ	اژدر	ژالہ	ژاژ	پژمردگی
نژاد	ژولیدہ	اژدہا	ٹیلی ویژن	

ش ، س ، ص

قصائی : اس کا رائج املا ص سے ہے، اور یہی صحیح ہے۔

مسالا : دہلی میں "مصالح" تھا۔ لکھنؤ میں "مسالا" ہو گیا۔ اسی صورت کو اختیار کرنا چاہیے۔

مسل : روداد مقدمہ کے معنی میں اس کا املا س سے رائج ہے، اسی کو اپنانا چاہیے۔

نون اور نون غُنّہ

گنبد ، انبار ، کھمبا ، چمپا

کسی لفظ میں نون کے بعد ب ہو تو نون کی آواز م میں بدل جاتی ہے۔ لکھنے میں تو نون ہی آتا ہے، لیکن پڑھا م جاتا ہے جیسے گنبد، انبار، جنبش، دنبہ، شنبہ، تنبورہ، سنبل، عنبر۔ اس ضمن میں دقّت دیسی الفاظ میں پیدا ہوتی ہے جن میں کچھ تو نون سے لکھے جاتے ہیں اور کچھ کو م سے لکھنے کا رواج ہے۔ سفارش کی جاتی ہے کہ ایسے دیسی الفاظ (علاوہ ناموں کے ، انبالہ، کنبوہ) میم سے مرجح ہیں :

تمباکو	تمبولی	کھمبا
اچمبھا	چمپا	امبر (بمعنی آسمان)

(لیکن جہاں نون ساکن غیر وصلی ہو، وہ نون کی آواز دے گا، اور نون ہی لکھا جائے گا، مثلاً کنبہ)۔

۲ گِننا ، سُننا

اُردو میں کئی مصدر ہیں جن میں دو نون ہیں۔ جیسے بُننا، گِننا، سُننا۔ ان میں ایک نون تو مادۂ فعل کا ہے، دوسرا علامتِ مصدر کا (بُن + نا، گِن + نا،

سّن+نا) اکثر غلطی سے ایسے مصدروں کو مشدّد نون سے لکھا جاتا ہے (بُنّا، گِنّا، سُنّا)۔ اصول یہ ہے کہ ایسے تمام مصدروں میں دو نون لکھنے چاہییں۔ اس سے ذیل کے جوڑوں میں املا کا امتیاز بھی ملحوظ رہے گا :

بننے (فعل)	:	بنّے (لقب)
چُننی (فعل)	:	چُنّی (دوپٹّہ)
سُننی (فعل)	:	سُنّی (فرقہ)

۳ نون غنّہ

ڈاکٹر عبدالستّار صدّیقی کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ "نون غنّہ ہمیشہ منفصل لکھا جائے" (باں س ، پھاں س ، ہں سے گا)۔ عام قاعدہ ہے کہ لفظ کے آخر میں نون غنّہ بغیر نقطے کے لکھا جاتا ہے۔ البتّہ (ابتدائی کتابوں میں یا جب ضرورت ہو) لفظ کے بیچ میں نون غنّہ کو اُلٹے قوس کی علامت سے ظاہر کرنا چاہیے :

بیچ میں :

ہونٹ پھاند اینٹ چونچ چاند

آخر میں :

ماں جاؤں بولیں نظروں کتابیں

۴ سِنچائی ، بٹائی

لفظ کے مادّے یا مصدر میں جہاں نون غنّہ ہے ، وہاں ماخوذ شکلوں میں

کہیں تو نون غنّہ لکھا جاتا ہے، اور کہیں نہیں۔ زیادہ تر یہ صورت متعدی (CAUSATIVE) شکلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ جیسے باندھنا سے بندھوانا اور ڈھونڈھنا سے ڈھنڈوانا یا پھینکنا سے پھنکوانا اور پھنسنا سے پھنسوانا۔ اِس بارے میں صوتی حقیقت یہ ہے کہ اگر نونِ غنّہ کے بعد مسموع (VOICED) آواز ہے تو نون غنّہ پورا ادا ہوگا جیسے بندھوانا ڈھونڈھوانا، اور اگر نونِ غنّہ کے بعد غیر مسموع (UNVOICED) آواز ہے تو غنیت کمزور پڑ جائے گی جیسے پھنکوانا پھنسوانا میں۔ تاہم چونکہ ان لفظوں میں غنیت کا وجود ہے، خواہ ضعیف کیوں نہ ہو، ایسے تمام لفظوں میں نون غنّہ لکھنا چاہیے:

سینچنا سے سِنچوانا : سِنچائی
ہنسنا سے ہنسوانا : ہنسائی
کھینچنا سے کِھنچوانا : کِھنچائی

البتہ ذیل کے ماخوذ لفظوں میں غیر مسموع آواز سے پہلے کی ضعیف غنیت بھی اُردو کے ارتقائی سفر میں زائل ہو چکی ہے، نتیجتاً یہ لفظ نون غنّہ کے بغیر رائج ہو گئے ہیں، اور یہی صحیح ہے:

بانٹنا سے بٹنا، بٹوانا، بٹانا، بٹوائی، بٹوارا
پونچھنا سے پچھوانا، پچھنا
جانچنا سے جچنا
چھانٹنا سے چھٹوانا، چھٹنا، چھٹنی، چھٹائی

۵ گانو، پانو، گاؤں، پاؤں

اُردو میں یہ الفاظ کئی طرح سے لکھے جاتے ہیں، جیسے گانو، گاؤں،

گانوں، گانوؑں۔ اس انتشار کو دور کرنے کے لیے ان کا ایک املا اختیار کرنا ضروری ہے۔ دیکھا جائے تو اُردو میں گاؤں (اسم) اور گاؤں (مضارع گانا سے) دونوں نون غُنّہ سے بولے جاتے ہیں۔ گانو، پانو ان لفظوں کا قدیم املا ہے جس کو اُردو ترک کر چکی ہے۔ اس پر اصرار کرنا ایک طرح سے رجعتِ قہقری ہے۔ چنانچہ جو حضرات اس پر اصرار کرتے ہیں، ان کی رائے کو ماننے میں ہمیں تامّل ہے، ایسے تمام لفظوں کو آخری نون غنہ ہی سے لکھنا مناسب ہے:

گاؤں پاؤں چھاؤں

۶ مہندی، مہنگی

ان الفاظ کے رائج املا میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ ان کا وہی املا صحیح ہے جو رواجِ عام میں ہے:

مہنّدی مہنگی مہنگائی لہنگا بہنگی

۷ چانول، گھانس

ذیل کے الفاظ نون غُنّہ کے ساتھ متروک ہیں۔ ان کو نون غُنّہ کے بغیر لکھنا چاہیے:

چانول گھانس سونگھنا
پھونس کونچہ

ذیل کے الفاظ نون غُنّہ کے ساتھ صحیح ہیں:

کینچلی جھونپڑا کنوّاں

واؤ

۱ اوس ، اودھر

قدیم اُردو میں اعراب بالحروف کا عام رواج تھا۔ خاص طور سے پیش کو ظاہر کرنے کے لیے واؤ لکھتے تھے، مثلاً :

اوس اودھر اوٹھانا مونہہ

ایسے تمام الفاظ کو اب بغیر واؤ کے لکھنا چاہیے۔ دوکان نہیں، بلکہ دُکان یعنی بغیر واؤ مرجح صورت ہے۔

۲ لوہار ، لُہار

اُردو میں کچھ لفظ ایسے ہیں جن کی اصل میں تو واؤ موجود ہے، جیسے لوہا، مونچھ سونا، لیکن ان سے نکلنے والے لفظوں کا تلفظ چونکہ پیش سے ہوتا ہے، اس لیے انھیں بغیر واؤ کے لکھنا چاہیے، جیسے : لُہار، سُنار۔ بعض دوسرے الفاظ جن میں واؤ لکھنے کی ضرورت نہیں، نیچے درج ہیں :

پُہنچنا پُہنچانا پُہنچ بُڑھاپا اُدھار

ڈُلارا ڈُلاری ڈُلار

ڈُلہن / دولہن، ڈُہرا / دوہرا، مُٹاپا / موٹاپا، ٹُکیلا / نوکیلا دونوں طرح رائج ہیں۔ البتہ دوہا کے معنی میں صرف دوہرا رائج ہے، اور دوگانہ بمعنی نماز اور ڈُگانہ (ڈُگانا) بمعنی سہیلی ہے۔

۳ ہندوستان، ہندُستان

دونوں صحیح ہیں۔ البتہ لفظ ہندُستانی بغیر واؤ مرجح ہے۔

۴ جز، جزو

جز، جزو بمعنی "حصہ، ٹکڑا" دونوں صحیح ہیں، اور اُردو میں مستعمل ہیں، جیسے: جُزرس، جُزدان، جزوِ بدن۔ جز بمعنی "سوا" الگ لفظ بھی ہے۔ انھیں خلط ملط نہیں کرنا چاہیے:

ع قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کُل

ع جُز قیس کوئی اور نہ آیا بروئے کار

۵ روپَے، روپیہ

ان لفظوں کو کئی طرح لکھا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ رائج املا روپیہ، روپَے ہے، اور اسی کی سفارش کی جاتی ہے۔

۶ دُگنا، دوگنا

یہ دو الگ الگ لفظ ہیں، ان کو اسی طرح لکھنا چاہیے۔ اس بارے میں

اصول یہ ہے کہ وہ مرکب الفاظ جن کا پہلا جز "دو" ہے، مع واؤ لکھے جاتے ہیں، جیسے:

دوگنا　　دوآبہ　　دوآتشہ　　دوراہا

دوچار　　دوپہر　　دورنگا　　دوسخنا

البتہ کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں جن میں واؤ نہیں بولا جاتا۔ ان کا املا بغیر واؤ کے رائج ہے اور انھیں پیش ہی سے لکھنا صحیح ہے:

دُگنا　　دُلائی

۷ واؤ معدولہ

اُردو میں واؤ معدولہ دو طرح سے آتا ہے۔ اوّل ایسے الفاظ میں جہاں واؤ کے بعد الف ہے۔ ان لفظوں یہ دُہرا مصوتہ (DIPHTHONG) ہے، اور واؤ کا تلفّظ پیش کا سا ہوتا ہے، جو بعد میں آنے والے الف کے ساتھ ملا کر بولا جاتا ہے، جیسے:

خواب　　خواجہ　　خواہش　　خوار　　خواہ

خدانخواستہ　　استخواں　　افسانہ خواں　　درخواست

الف والے الفاظ میں واؤ معدولہ کا صوتی ماحول طے ہے، اور تلفّظ میں کسی مغالطے کا امکان نہیں۔ البتہ خود، خوش جیسے الفاظ میں (جو تعداد میں بہت کم ہیں) ابتدائی کتابوں کے لیے چھوٹی لکیر کی علامت کو اپنایا جا سکتا ہے۔ جیسے:

خوٖد　　خوٖش　　خوٖدی　　خوٖرشید　　خوٖرد

ہائے خفی

بھروسہ ، بھروسا

ہائے خفی کئی مستعار الفاظ کے آخر میں آتی ہے (غنچہ، کشتہ ، درجہ ، پردہ ، زردہ ، دیوانہ ، شگفتہ ، جلسہ) دیسی لفظوں کے آخر میں الف ہوتا ہے (بھروسا، گملا، اکھاڑا ، اڈا ، دھبا ، انڈا) ہائے خفی حرف نہیں، ایک طرح کی علامت ہے جس کا کام لفظ کے آخر میں حرفِ ماقبل کی حرکت کو ظاہر کرنا ہے۔ ہمیں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس خیال سے اتفاق نہیں کہ " اُردو میں مختفی ہ کا وجود نہیں اور یہ دیسی الفاظ کے آخر میں نہیں آسکتی "۔ واقعہ یہ ہے کہ چند دیسی الفاظ میں آخری مُصمتے (حرفِ صحیح) کی حرکت کو ظاہر کرنے کے لیے اُردو املا میں سوائے خفی ہ کے کسی اور علامت سے مدد لی ہی نہیں جا سکتی، جیسے روپیہ، پیسہ، نہ، یہ ۔ البتہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا یہ قول صحیح ہے کہ اُردو والوں نے مختفی ہ کی اصلیت کو بھلا دیا اور ٹھیٹھ اُردو لفظوں میں مختفی ہ لکھنے لگے۔ چنانچہ اصول یہ ہونا چاہیے کہ ایسے تمام دیسی لفظوں کو جو دوسرے الفاظ کی نقل میں خواہ مخواہ خفی ہ سے لکھے جاتے ہیں، الف سے لکھنا چاہیے :

بھروسا	اڈا	سندیسا	ٹھیکا	بھوسا
آرا	راجا	آنولا	دھوکا	ڈاکیا
ڈھانچا	اکھاڑا	انترا	انگارا	انگرکھا
بتاشا	بٹوا	بیڑا	باجا	بلبلا
بنجارا	پانسا	پٹاخا	پٹارا	پٹرا
پھاوڑا	پھیپھڑا	نگوڑا	توبڑا	جالا
ٹھپّا	ٹڈّا	پھندا	ہنڈولا	کٹورا
چبوترا	چٹخارا	دھندا	رجواڑا	چٹکلا
موگرا	دسہرا	ڈبیا	خراٹا	سانچا
سہرا	کھاجا	کیوڑا	گھونسلا	

تکیہ عربی اور دریبہ فارسی لفظ ہے اور یہ ہائے خفی سے صحیح ہیں۔ آریہ اور چاولہ دیسی الفاظ ہیں، لیکن ان کا املا ہائے خفی سے اس حد تک راسخ ہو چکا ہے کہ انھیں مستثنا سمجھنا چاہیے۔

۲ تصریفی الفاظ

وہ تمام تصریفی شکلیں جن میں عربی فارسی کا کوئی جز ہو، لیکن اس کی تہنید ہو چکی ہو، الف سے لکھنی چاہییں:

چوراہا	بال خورا	پچھاہا	بے فکرا	نودولتا
کبابیا	بسترا	دسپنا	سترنگا	نصیبا

دوزخا　خون خرابا　تھکاماندا　شیخی خورا　خوجا

البتہ ذیل کے الفاظ ہ سے مرجح ہیں :

نقشہ　خاکہ　بدلہ　مالیدہ　امام باڑہ
ہرجہ خرچہ　غنڈہ　غبارہ　آب خورہ　یک منزلہ
تولہ　ماشہ　زردہ　سموسہ　زنانہ

۳　یورپی الفاظ

یورپی زبانوں سے آیا ہوا جو لفظ جس طرح مستعمل ہو، اس کے رائج املا کو صحیح ماننا چاہیے، البتہ جو لفظ رواج میں نہیں، انھیں الف سے لکھنا مناسب ہوگا :

کمرہ　ڈراما　فرما　سوڈا

۴　پٹنہ ، آگرہ

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس قول کو تسلیم کرلینا چاہیے کہ شہروں (ملکوں، جگہوں) کے ناموں کو اس طرح لکھا جانا چاہیے جس طرح وہ رائج ہیں :

آگرہ　کلکتہ　پٹنہ　باندہ　ٹانڈہ
امروہہ　انبالہ

ہمالہ، ہمالیہ، افریقہ، امریکہ اور مرہٹہ کو بھی ناموں کی اس فہرست میں شامل

سمجھنا چاہیے۔

۵ دانا، دانہ

ذیل کے جوڑوں میں سب حروف مشترک ہیں، سوائے آخری حرف کے یعنی پہلے لفظ میں آخری حرف الف ہے اور دوسرے میں ہائے خفی۔ یہ الگ الگ لفظ ہیں اور ان کے الگ الگ معنی ہیں۔ چنانچہ ان کے املا کا تعین ان کے معنی سے ہوگا:

دانا (جاننے والا، عقل مند)	:	دانہ (بیج، مال، دانۂ گندم)
چارا (مویشیوں کی خوراک)	:	چارہ (علاج، مدد)
خاصا (اضافے کے معنی میں، جیسے: اچھا خاصا)	:	خاصّہ (طبیعت، عادت)
	:	خاصہ (عام کی ضد، امیروں کا کھانا)
پارا (سیماب)	:	پارہ (ٹکڑا، حصّہ)
لالا (لقب)	:	لالہ (گلِ لالہ)
نالا (بڑی نالی)	:	نالہ (نالہ و فریاد)
پتّا (درخت کا پتّا)	:	پتہ (نشان، مقام)
نا (کلمۂ نفی)	:	نہ (مخفف کلمۂ نفی)
آنا (مصدر)	:	آنہ* (پرانے روپے کا سولھواں حصّہ)

---

* روپیہ کے لیے دیکھیے صفحہ ۶۸۔ روپیہ آنہ کی طرح پیسہ کو بھی ہائے خفی سے لکھنے کا رواج ہے اور اسی کی سفارش کی جاتی ہے۔

۶ پردے، جلوے (محرّف شکلیں)

جب ہائے خفی والے الفاظ (پردہ، عرصہ، جلوہ، قصہ) **محرّف ہوتے** ہیں تو تلفّظ میں آخری آواز ے ادا ہوتی ہے۔ املا میں بھی تلفّظ کی پیروی ضروری ہے۔ چنانچہ ایسے تمام الفاظ کی محرّف شکلوں میں ے لکھنی چاہیے :

بندے (کا)	پردے (پر)	عرصے (سے)
جلوے (کی)	مے خانے (تک)	افسانے (میں)
غصّے (میں)	مدرسے (سے)	مرثیے (کے)

۷ موقعہ، معہ

مندرجہ ذیل لفظوں میں ہائے خفی کا اضافہ اب غلط ہے۔ ان کا صحیح املا یوں ہے :

موقع　　مع　　مصرع　　بابت　　آیت

۸ سنہ، سن

سنہ بمعنی "سال" کو اکثر بغیر ہ کے سن لکھا جاتا ہے جو غلط ہے۔ یہ دو الگ الگ لفظ ہیں۔ سنہ بمعنی سال ہائے خفی سے ہے جیسے سنہ ۱۸۵۷، یا سنہ ہجری یا سنہ عیسوی۔

سِن کے معنی "عمر" کے ہیں۔ یہ لفظ بغیر ہ کے ہے۔

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سِن ۷۵ جوانی کی راتیں مرادوں کے دن

۹ جگہ، توجہ، بہ، تہ

ایسے الفاظ میں اگر ہائے ملفوظ یعنی جو ہائے آواز دیتی ہو، اور ہائے خفی یعنی جو ہائے آواز نہ دیتی ہو، اُن کا فرق ظاہر کرنا مقصود ہو تو اس کے نیچے شوشہ لگایا جاسکتا ہے، بصورتِ دیگر اس کی ضرورت نہیں، جیسے :

بہنا	مصدر	سے	بہ
سہنا	مصدر	سے	سہ
کہنا	مصدر	سے	کہ

۱۰ کہ، یہ

کہ (کافِ بیانیہ) اور یہ میں ہ کی آواز عموماً ادا نہیں ہوتی یا بہت کمزور ادا ہوتی ہے۔ یہ کو یہہ لکھنے پر اصرار کرنا خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ کہ اور یہ کو ہ کی لٹکن کے بغیر لکھنا ہی مناسب ہے۔

ہائے مخلوط

پکھ ، پکھہ : مجھ ، مجھہ

ایک زمانے میں اُردو میں ہائے مخلوط اور ہائے ملفوظ کے لیے کسی ایک صورت کا تعین نہیں تھا۔ عربی اور فارسی میں تو ہکار آوازیں ہیں ہی نہیں ؛ اس لیے کسی خلطِ مبحث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اُردو کا معاملہ دوسرا ہے۔ ہندآریائی زبان ہونے کے ناتے بخلاف عربی اور فارسی کے اردو میں ہکار آوازوں کا پورا سیٹ موجود ہے۔ اردو میں ان کے لیے اگرچہ الگ سے حروف نہیں، لیکن یہ واقعہ ہے کہ پھ بھ ، تھ دھ، ٹھ ڈھ ، چھ جھ ، کھ گھ اور ڑھ اُردو کی بنیادی آوازیں ہیں۔ نیز رھ ، لھ ، مھ ، نھ، وھ اور یھ میں بھی ہکاریت کا شائبہ ہے۔ اُردو میں ان کے لیے اگر ہائے مخلوط کو مخصوص نہ کر دیا جائے تو ایک طرح کی بے راہ روی پھیلتی ہے۔ مثلاً ہے اور ھے، چاہیے اور چاھیے دونوں املا رائج ہیں۔ یہاں تک کہ گھر اور گہر، مجھ کو اور مجہکو ، ساتھ اور ساتہہ، پکھ اور پکھہ، بھر اور بہر، پھر اور پہر، پھاڑ اور پہاڑ، بھن اور بہن، دھلی اور دہلی، بھاری اور بہاری میں بھی ہائے مخلوط اور ہائے ملفوظ میں امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کمیٹی نے سفارش کی تھی اگرچہ دھ، ڈھ، ڑھ لکھنے میں دو حرف ہیں، لیکن ایک ہی آواز ادا کرتے ہیں، اس لیے ان کو ملا کر لکھنا چاہیے: دھ، ڈھ، ڑھ (لفظوں کی شکلیں یہ ہوں گی: دھن، دھرتی، پڑھنا) ان حروف کا ایک آواز کو ادا کرنا تسلیم، لیکن اُردو میں متعدد مصوتے ایسے ہیں جنھیں (لفظ کے شروع میں) ایک سے زائد حروف سے لکھنا پڑتا ہے: ایک، اُور، ایکھ، اؤن، اَوج وغیرہ۔ چنانچہ ہماری رائے ہے کہ د، ڈ، ڑ کے ساتھ ہائے مخلوط کو ملا کر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ چلن میں بھی نہیں آئی۔ البتہ یہ اصول واضح طور پر اپنا لینا چاہیے کہ ہائے مخلوط کو ہکار آوازوں کے لیے مخصوص کر دیا جائے، اور ان تمام لفظوں میں جہاں یہ آوازیں آئیں، تلفظ کی پیروی میں ان کو ہائے مخلوط یعنی ہائے دو چشمی سے لکھنا چاہیے:

پھول بھول بھاری جھاڑ پھاڑ
پتھر بھر پھر دکھ سکھ
دودھ گھوڑا چھتری گھونٹ جھوم
بھانڈ پھونک تھوڑا پڑھ بڑھ
پھلجھڑی کچھ تجھ مجھ

۲ گیارھواں، تمھارا

اُردو میں رھ، لھ، مھ، نھ، وھ، یھ میں بھی ہائے مخلوط کا اثر ملتا ہے۔ اس لیے ذیل کے لفظوں کو ہائے مخلوط ہی سے لکھنا چاہیے:

گیارھواں بارھواں تیرھواں کولھو کلھڑ

تمھارا   کمھار   ننھا   ننھیال

اب، کب، جب، سب نیز ان، جن، تم وغیرہ کے ساتھ جب 'ہی' ملا کر بولا جاتا ہے تو ہائے مخلوط کی آواز سنائی دیتی ہے۔ ایسے تمام لفظوں کو بھی ہائے مخلوط سے لکھنا مناسب ہے:

ابھی   کبھی   جبھی   سبھی   تمھاری

انھیں   تمھیں   تمھارے   جنھیں

۳. بھابھی، بھابی

اُردو میں وہ الفاظ جن میں دو ہائے مخلوط آتی ہیں، دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو کسی نہ کسی طرح کی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں، جیسے بھن بھناہٹ، چھن چھناہٹ، تھر تھراہٹ، جھل جھلاہٹ، یہ صوتی الفاظ ہیں۔ ان میں اجزا کی تکراری نوعیت چونکہ کسی نہ کسی حسّی کیفیت کو ظاہر کرتی ہے، اس لیے ایسے الفاظ میں دونوں ہائے مخلوط (ہکاریت) جزوِ اصلی کی حیثیت رکھتی ہیں، اور ان کو جوں کا توں لکھنا چاہیے:

جھن جھناہٹ : جھن جھنانا

تھر تھراہٹ : تھر تھرانا

کھڑ کھڑاہٹ : کھڑ کھڑانا

بھن بھناہٹ : بھن بھنانا

چھن چھناہٹ : چھن چھنانا

کھٹ کھٹاہٹ : کھٹ کھٹانا

لیکن بعض مفرد الفاظ میں دوسری ہائے مخلوط زائل ہوجاتی ہے، جیسے بھابی، بھابھی۔
ایسے الفاظ کو ایک ھ سے لکھنا مرجح ہے:

بھابی	پھوپی
بھبوکا	ڈھیٹ
بھبکی	بھبک
بھنبوڑنا	گھونگا

گھنگرو

۴ ھے، ہے

بعض لوگ فارسی کی نقل میں، یا محض اپنی پسند کے طور پر لفظ کے وسط یا شروع میں آنے والی ہائے ہوز کو لٹکن والی ہ کے بجائے دوچشمی ھ سے لکھتے ہیں۔ یہ اصول کے خلاف اور غلط ہے:

غلط	صحیح
ھے	ہے
ھوا	ہوا
ھندوستان	ہندوستان
دھلی	دہلی
ھمیشہ	ہمیشہ وغیرہ

ہمزہ

عربی میں ہمزہ ایک مستقل آواز ہے۔ اُردو میں اس کی وہ صوتی حیثیت نہیں، تاہم اُردو میں ہمزہ عربی سے ماخوذ لفظوں کے علاوہ بہت سے دیسی لفظوں کے املا میں بھی استعمال ہوتا ہے (جیسے آؤں، جاؤں، کھائے، پائے، لکھنؤ، کیکئی) چنانچہ اُردو املا کا تصور ہمزہ کے بغیر کیا ہی نہیں جا سکتا۔ انجمن ترقی اُردو کی کمیٹی اصلاحِ رسم خط نے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی تجویز پر سفارش کی تھی "ہمزہ جب کسی منفصل حرف کے بعد آئے تو بالکل جدا لکھا جائے"، جیسے آءو، آءی، جاءو، آءیں، بھاءی، سوءیں، آءیی، ساءیی، ماءل، گھاءل، داءر، ساءر، تاءید، داءری، جاءی، رعناءی۔ لیکن یہ رائج نہیں ہو سکا۔ ہمزہ حرف یا شوشے کے اوپر ہی لکھا جاتا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں، چنانچہ اسی طریقے کو قبول کر لینا چاہیے۔ البتہ اُردو میں ہمزہ کے استعمال میں جو بے قاعدگیاں راہ پا گئی ہیں، اُن کو ذیل کے اصول اپنا لینے سے دور کیا جا سکتا ہے۔

ہمزہ کا استعمال —

اُردو میں ہمزہ کے استعمال کے بارے میں یہ آسان سا اصول نظر میں رہنا چاہیے:

جس لفظ میں بھی دو مُصوّتے (حرفِ علّت یا حرکات) ساتھ ساتھ آئیں اور اپنی اپنی آواز دیں (پوری یا جزوی)، وہاں ہمزہ لکھا جائے، جیسے :

کو + ئی　　جا + ئے　　کھا + ؤ　　دکھا + ئیں　　نا + ئی

لکھنَ + ؤ　　غا + ئِب　　فا + ئِدہ　　جا + ؤں　　جا + ئِز

اس بات کو بقول ڈاکٹر عبدالستار صدیقی یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اُردو میں ہمزہ لفظ کے درمیان الف متحرک کا قائم مقام ہے۔ (مثلاً عز۔را + اِیل، سا + اِیس، یا جا + اِز، جا + اوُں)۔

۲　ہمزہ اور الف

عربی کے متعدد مصادر، جمعوں اور مفرد الفاظ کے آخر میں اصلاً ہمزہ ہے، جیسے :

ابتداء　　انتہاء　　املاء　　انشاء　　شعراء

حکماء　　ادباء　　علماء　　فقراء　　وزراء

اُردو میں یہ لفظ الف سے بولے جاتے ہیں۔ اس لیے انھیں ہمزہ کے بغیر لکھنا چاہیے :

ابتدا　　انتہا　　املا　　انشا　　شعرا

حکما　　ادبا　　علما　　فقرا　　وزرا

البتہ اگر ایسا لفظ کسی ترکیب کا حصہ ہو تو ہمزہ کے ساتھ جوں کا توں لکھنا چاہیے :

اِنشاءُ اللہ　　ضیاءُ الرحمٰن　　ذکاءُ اللہ

ثناءُ الحق　　ثناءُ اللہ　　بہاءُ اللہ

ضیاءُ الدّین　　علاءُ الدّین

۳ جُرَات، تاثُّر، موّرِخ، موثّر

عربی میں ان الفاظ پر ہمزہ لکھا جاتا ہے۔ اگر عربی املا کی تقلید کرتے ہوئے ایسے الفاظ پر ہمزہ لکھا جائے (جیسے جرأت، تأثر، تأسف، تأمل، مؤرّخ) تو اسے اُردو میں غلط نہ سمجھا جائے۔ لیکن ہماری سفارش یہ ہے کہ یہ لفظ اُردو میں چونکہ بیشتر ہمزہ کے بغیر لکھے جاتے ہیں، انھیں ہمزہ کے بغیر لکھنا بھی صحیح سمجھا جائے۔

جُرَات	تاثُّر	تاسّف	مُتاثر
موّرِخ	مُتاہِل	تاَمّل	موثّر
موذِّن	موّدب	مونّث	

۴ ہمزہ اور واؤ

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے افعال آؤ، جاؤ اور حاصل مصدر بناو (سنگھار) اور (رکھ) رکھاو کے تلفظ میں فرق کیا ہے اور حاصل مصدر بناو، رکھاو وغیرہ کو ہمزہ کے بغیر لکھنے کی سفارش کی ہے۔ ہماری رائے ہے کہ ہندی میں تو بے شک ایسے لفظ آخری واؤ سے بولے جاتے ہیں، لیکن اُردو بول چال میں افعال آؤ، جاؤ، پاؤ، کھاؤ اور حاصل مصدر بناو، پاو (سیر) رکھاو، بچاو ایک ہی طرح بولے جاتے ہیں، یعنی ان سب میں دوہرے مصوتے کی آواز آتی ہے۔ اس لیے ان کا فرق غیر ضروری ہے اور یہی چلن بھی ہے۔ چنانچہ ایسے تمام لفظوں میں ہمزہ لکھنا چاہیے:

اسما: الاؤ اودبلاؤ پلاؤ تاؤ چاؤ

راؤ گاؤ باؤگولا گھماؤ

حاصل مصدر : بچاؤ پتھراؤ بہاؤ دباؤ

گھماؤ پھراؤ الجھاؤ پھڑکاؤ چناؤ

جھکاؤ سمجھاؤ بناؤسنگار بھاؤ تاؤ

گھاؤ جماؤ (جماؤ امر اور جماؤ حاصل مصدر کی آواز میں کوئی فرق نہیں)

امر : امر کی سب شکلیں ہمزہ کے ساتھ صحیح ہیں :

آؤ جاؤ لاؤ کھاؤ اڑاؤ

۵ پانو، چھانو، پاؤں، چھاؤں

ان الفاظ کی بحث کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ ۶۵

۶ ہمزہ یا ي

ہمزہ کے سلسلے میں ایک بڑی دقت یہ ہے کہ چاہیے میں ہمزہ کیوں نہیں لکھنا چاہیے اور جائیے میں کیوں لکھنا چاہیے، یا کئی، گئے اور گئی کو تو ہمزہ سے لکھا جاتا ہے، لیکن کیے، لیے اور دیے کو ہمزہ سے کیوں نہ لکھا جائے؟ واقعہ یہ ہے کہ کسرے اور اعلان کی ي (نیم مصوتہ ي) کا مخرج ساتھ ساتھ ہے۔ چنانچہ چاہِ + یے، لِ یے، دِ یے میں بالترتیب ہ، ل اور د کے زیر کے بعد دوسرے مصوتے تک جانے سے پہلے زبان ي کے مخرج سے گزرتی ہے، جس سے ي کا شائبہ پیدا ہو جانا لازمی ہے۔ اس کے برعکس کَ + ی ، گَ + ے، گَ + ی میں

کسرہ نہیں بلکہ زبر ہے۔ اس لیے ي کے شائبے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ان میں دو مُصوّتے ساتھ ساتھ آئے ہیں، اور یہ طے ہے کہ جہاں دو مُصوّتے ساتھ ساتھ آئیں، وہاں ہمزہ لکھنا چاہیے :

اب اس سلسلے میں اصول یہ ہوا :

(۱) اگر حرفِ ماقبل مکسور ہے تو ہمزہ نہیں آئے گا، ي لکھی جائے گی، جیسے :

کِیے دِیے لِیے جِیے سِنیے چاہِیے

فعل کی تعظیمی صورتیں دیجیے، لیجیے اسی اصول کے تحت ي سے لکھی جائیں گی :

دیجیے کیجیے لیجیے اٹھیے
بولیے کھولیے بیٹھیے تولیے

(۲) باقی تمام حالتوں میں ہمزہ لکھا جائے گا :

وہ تمام فعل جن کے مادّے کے آخر میں الف یا واؤ آتا ہے، اس اصول کے تحت ہمزہ سے لکھے جائیں گے۔ ان میں ایک حرفِ علت تو مادّے کا، دوسرا تعظیمی لاحقے اِیے کا (فرما اِیے، جا اِیے) مل کر اپنی اپنی آواز دیتے ہیں، اس لیے ہمزہ کے استعمال کا جواز پیدا ہو جاتا ہے :

فرمائیے جائیے آئیے کھوئیے سوئیے

اسی طرح گئے، گئی، نئے میں یائے سے پہلا حرف مفتوح ہے۔ چنانچہ ان لفظوں کو بھی ہمزہ سے لکھنا صحیح ہے۔

۷ ہمزہ اور ے

ذیل کے الفاظ میں الف اور یاے دوہرے مُصوّتے کے طور پر بولے جاتے ہیں، اس لیے ان میں ہمزہ لکھنا صحیح ہے :

گائے (اسم) گائے (گانا سے)

پائے (اسم) پائے (پانا سے)

رائے (سوہن لال) یا رائے (بہادر) یا رائے صاحب

چائے

(اُردو بول چال میں گائے (اسم) اور گائے (مضارع گانا سے) کے تلفّظ میں کوئی فرق نہیں)

ذیل کے لفظ بھی بالعموم دوہرے مصوّتے سے بولے جاتے ہیں، اس لیے ان کو بھی ہمزہ سے لکھنا مناسب ہے :

جائے بجائے سوائے

نائے سرائے رائے (عامّہ)

واؤ یائے

۸ آزمائش ، نمائش

فارسی کے وہ حاصل مصدر، جن کے آخر میں ـش ہوتا ہے، اُردو میں دوہرے مصوّتے کے ساتھ بولے جاتے ہیں۔ اس لیے ان کو ہمزہ سے لکھنا صحیح

ہے۔ فارسی میں البتہ آزمایش، نمایش لکھنا مناسب ہے، لیکن اُردو میں ان کے تلفظ میں ي کی آواز کا شائبہ تک نہیں۔ اُردو میں ان کو ي سے لکھنے پر اصرار کرنا محض فارسی کی نقالی ہے۔ اُردو میں ان الفاظ کو ہمزہ سے لکھنا ہی صحیح ہے، اور چلن بھی یہی ہے :

آزمائش نمائش آسائش ستائش

اسی طرح ذیل کے الفاظ کا املا بھی ہمزہ سے مرجح ہے :

آئندہ نمائندہ پائندہ نمائندگی سائل

شائع شائق قائم دائم مائل

وغیرہ کو ي سے غلط لکھا جاتا ہے۔ ان کا صحیح املا ہمزہ ہی سے ہے۔

۹ ہمزہ اور اضافت

ہمزہ اور اضافت کے تین نہایت آسان اصول درج کیے جاتے ہیں جو لفظوں کی تمام صورتوں کو حاوی ہیں :

(۱) اگر مضاف کے آخر میں ہائے مخفی ہے تو اضافت ہمزہ سے ظاہر کرنی چاہیے:

خانۂ خدا جذبۂ دل نغمۂ فردوس نالۂ شب

نشۂ دولت جلوۂ مجاز تشنۂ کربلا نذرانۂ عقیدت

(۲) اگر مضاف کے آخر میں الف، واؤ یا یائے ہے تو اضافت ئے سے ظاہر کرنی چاہیے :

اُردوئے معلیٰ صدائے دل نوائے ادب

کوئے یار　　　بوئے گل　　　دعائے سحری

دنیائے فانی　　　گفتگوئے خاص

بعض حضرات ایسی ترکیبوں میں ہمزہ استعمال نہیں کرتے لیکن درحقیقت مضاف اور مضاف الیہ یا موصوف اور صفت کی درمیانی آواز جو مختصر مصوتہ ہے، وہ ماقبل کے طویل مصوتے (الف یا واؤ) سے مل کر دوہرا مصوتہ بن جاتا ہے۔ اصول ہے کہ جہاں دوہرا مصوتہ ہوگا وہاں ہمزہ لکھا جائے گا۔ چنانچہ ایسی ترکیبوں میں ہمزہ لکھنے کا جو چلن ہے، اُسے جائز سمجھنا چاہیے۔ (البتہ فارسی کا معاملہ الگ ہے۔ فارسی میں نوای ادب، بوی گل لکھنا صحیح ہے)۔

ی یا ے پر ختم ہونے والے الفاظ بھی اسی طرح ہمزہ ہی سے مضاف ہوں گے کیونکہ یہ بھی دوہرے مصوتے سے بولے جاتے ہیں:

شوخیٔ تحریر　　　زندگیٔ جاوید　　　رنگینیٔ مضمون

مئے رنگین　　　رائے عامہ　　　سرائے فانی

تنگ نائے غزل　　　والیٔ ریاست　　　گیسوئے شب

(۲) باقی تمام حالتوں میں اضافت کسرے سے ظاہر کی جائے گی، جیسے:

(۱) مصمتوں یعنی حرفِ صحیح پر ختم ہونے والے الفاظ:

دلِ دردمند　　　دامِ موج　　　گلِ نغمہ　　　آہِ نیم شبی

ماہِ نو　　　لذتِ تقریر　　　نقشِ فریادی　　　دستِ صبا

دودِ چراغِ محفل　　　حسنِ توبہ شکن　　　شمعِ روشن　　　طبعِ رسا

شعاعِ زریں　　　نفعِ بے بہا

(ب) نیم مصوتہ واؤ پر ختم ہونے والے الفاظ :

ذیل کے الفاظ جب مضاف ہوتے ہیں تو آخری واؤ چونکہ نیم مصوتے کے طور پر ادا ہوتی ہے، اس لیے ایسے الفاظ میں اضافت کو کسرے سے ظاہر کرنا چاہیے :

پرتوِ خیال جزوِ بدن ہجوِ ملیح عفوِ بندہ نواز

(ج) ہمزہ جزوِ آخر :

درجِ ذیل الفاظ جن میں ہمزہ لفظ کے آخر میں آتا ہے، ان میں اضافت کو ہمزہ کے بعد کسرہ لگا کر ظاہر کرنا مناسب ہے :

سوءِ ظن مبدءِ اوّل

سوءِ ہضم سوءِ ادب

لیکن سوئے ظن، سوئے ہضم، سوئے ادب وغیرہ کو غلط نہ سمجھا جائے۔

۱۰ ہمزہ اور واؤ عطف

عطف کے واؤ پر کسی بھی صورت میں ہمزہ نہیں لکھا جاتا :

وفا و جفا ہوا و ہوس زندگی و موت

مے و جام سادہ و پرکار شمع و پروانہ

۱۱ **ہوا** (ہونا کا ماضی) دو مصوتے ساتھ ساتھ ہیں (و+ا)۔ قدیم املا میں ہمزہ ملتا ہے لیکن اب رائج نہیں۔ اس لیے اس لفظ کا صحیح املا بغیر ہمزہ کے مان لینا چاہیے۔

اعداد

۱۔ لفظ دونوں یا دونو نون غنہ کے ساتھ اور اس کے بغیر دونوں طرح لکھا جاتا ہے۔ اس کا صحیح املا نون غنہ کے ساتھ ہے، یعنی دونوں، تینوں، چاروں وغیرہ۔

۲۔ لفظ چھ کا املا کئی طرح کیا جاتا ہے، چھ، چھہ، چھے۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے چھے کی سفارش کی تھی لیکن چھے رائج نہیں ہو سکا۔ چلن میں اس لفظ کا املا چھ ہے، اور اسی کو صحیح مان لینا چاہیے۔

۳۔ گیارہ سے اٹھارہ تک گنتیوں کے آخر میں ہائے خفی ہے۔ اس لیے ان کے آخر میں ہمیشہ ہ لکھنی چاہیے۔ بعض لوگ ان کا تلفظ نون غنہ سے کرتے ہیں (جیسے گیاراں) یہ لہجہ معیاری نہیں۔ صحیح املا گیارہ، بارہ، تیرہ ... ہے۔

۴۔ جب یہ گنتیاں اعدادِ وصفی میں تبدیل ہوتی ہیں تو ہائے خفی ہائے مخلوط میں بدل جاتی ہے، یعنی:

گیارھواں بارھواں تیرھواں ...

۵۔ اسی طرح اعدادِ تاکیدی بھی ہائے مخلوط سے لکھنے چاہییں:

گیارھوں بارھوں تیرھوں ...

۶۔ انتیس اور اکتیس ي سے صحیح ہیں۔

۷۔ اکتالیس سے اڑتالیس تک کی گنتیوں میں لام کے بعد کی ي ضرور لکھنی چاہیے :

اکتالیس   بیالیس   پینتالیس ...

۸۔ ذیل کے اعداد کبھی نون غنّہ کے ساتھ اور کبھی اس کے بغیر بولے جاتے ہیں۔ ان کو نون غنّہ کے ساتھ لکھنا صحیح ہے :

تینتیس   چونتیس   پینتیس   سینتیس

پینتالیس   سینتالیس   پینسٹھ

۹۔ اسی طرح ۵۱، ۸۱، ۹۱ کو کبھی بہ اضافہ ي اور کبھی اس کے بغیر لکھتے ہیں۔ انھیں ي سے لکھنا ہی صحیح ہے :

اکیاون   اکیاسی   اکیانوے

۱۰۔ لفظ سیکڑا نون غنّہ کے ساتھ بھی مروّج ہے، لیکن اسے بیشتر نون غنّہ کے بغیر لکھتے ہیں، اور یہی مرجح ہے۔

۱۱۔ ۸۵، ۹۵، ۹۹ میں بعض لوگ الف سے پہلے ي بولتے ہیں، لیکن ان گنتیوں کا ترجیحی املا بچّاسی، پچّانوے اور ننّانوے ہے۔

۱۲۔ اعدادِ وصفی بناتے ہوئے اگر عدد مصمتے پر ختم ہو رہا ہے تو اسے ملفوظی طور پر لکھنے میں کوئی دقّت نہیں، مثلاً چوبیسواں، اڑتیسواں، باسٹھواں، اٹھتّرواں، لیکن جو عدد مصوتے پر ختم ہوتے ہیں، بالخصوص ۷۹ سے ۹۹ تک کی گنتیاں، ان کے اعدادِ وصفی بنانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہندسہ لکھ کر واں یا ویں بڑھا دیا جائے۔ گویا ۷۹ واں [illegible] ں یا ۹۸ ویں۔

۱۳۔ سو سے آگے (یا سو کے دیگر تمام یونٹوں) کی وصفی گنتیوں کو بھی ہندسہ لکھ کر واں یا ویں کے اضافے سے لکھنا مناسب ہے۔

۱۴۔ ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، اربوں تو ملفوظی طور ہی پر لکھنا مناسب ہیں، لیکن بڑے اعداد مثلاً ۵۱۶ ,۱,۲۷ کو وصفی صورت میں ہندسے کے بعد واں یا ویں کے اضافے سے لکھنا ہی مناسب ہوگا۔

لفظوں میں فاصلہ

اور

لفظوں کو ملا کر لکھنا

۱۔ لفظوں میں فاصلے اور لفظوں کو ملا کر لکھنے کے بارے میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کمیٹی کی ان تجویزوں کو مان لینا چاہیے :

(ا) لفظوں کے درمیان فاصلہ رکھا جائے اور یہ فاصلہ یکساں ہو۔ نیز یہ فاصلہ اس فاصلے سے زیادہ ہو جو ایک ہی لفظ کے دو ٹکڑوں کے بیچ میں رکھا جائے۔

(ب) ایک لفظ کے اوپر دوسرا لفظ یا ایک حرف کے اوپر دوسرا حرف کسی حالت میں نہ لکھا جائے۔

البتہ مرکبات کے بارے میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کمیٹی کی تجویز کہ "مرکب لفظ جو دو یا زیادہ لفظوں سے بنے ہوں، آپس میں ملا کر نہ لکھے جاویں، بل کہ ہمیشہ الگ الگ لکھے جائیں" قابلِ قبول نہیں، کیونکہ دو یا زیادہ لفظوں سے مل کر بننے والے لفظ کئی طرح کے ہیں۔ اس بارے میں مرکبات اور مشتقات میں فرق کرنا ضروری ہے۔ مرکبات میں استعمال ہونے والے الفاظ آزاد صرفیے (FREE MORPHEMES) ہوتے ہیں، مثلاً خوب صورت، خوش مذاق، گل بدن، دل لگی۔ ان میں سے ہر لفظ آزادانہ استعمال ہو سکتا ہے، اور الگ سے اپنے معنی رکھتا ہے۔

چنانچہ اصولی طور پر مرکبات میں لفظوں کو الگ الگ لکھنا چاہیے، لیکن مشتقات کا معاملہ دوسرا ہے۔

مشتقات سابقوں یا لاحقوں کے ملانے سے بنتے ہیں۔ بہ، بے، سار، گار، وار، زار، گر، گسار، بان، (آن)، رساں، ساں، گیں، پن، لا وغیرہ آزاد صرفیے نہیں، پابند صرفیے (BOUND MORPHEMES) ہیں۔ یہ تنہا استعمال نہیں ہوسکتے، اور تنہا طور پر اُردو میں کوئی معنی نہیں رکھتے۔ جب الگ سے ان کے کوئی معنی نہیں تو ان کو الگ لکھنے کی سفارش کیسے کی جاسکتی ہے۔ اگرچہ اصولی بات یہی ہے کہ تمام مشتقات کو ملا کر لکھنا چاہیے، لیکن دشواری یہ ہے کہ اُردو میں مشتقات کی بعض شکلوں کو ملا کر لکھنے کا چلن نہیں مثلاً شاندار، جہاندار، زمیندار، خریدار، دلدار، تھانیدار تو ملا کر لکھے جاتے ہیں، لیکن ایمان دار، مہمان دار، دکان دار، چمک دار، کانٹے دار، لچھے دار میں دار الگ لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ دستگیر، دلگیر، جہانگیر، عالمگیر ملا کر لکھتے ہیں، لیکن آفاق گیر، مُلک گیر، دامن گیر، کف گیر میں گیر الگ لکھا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں چلن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ اس بارے میں اصول یوں ہوسکتے ہیں :

۲ مرکبات

مرکبات میں جہاں تک ہوسکے، الفاظ کو الگ الگ لکھنا چاہیے :

خوب صورت خوش رنگ نیک بخت گل بدن

آج کل	دل لگی	گل دستہ	ہم رنگ
جفاشعار	توپ خانہ	بت خانہ	فن کار
گل کاری	قلم کار	دست کار	عدم آباد

لیکن کچھ مرکب الفاظ کو ملا کر لکھنے کا چلن راسخ ہو چکا ہے، مثلاً شبنم، دستخط۔ ان کو اسی طرح لکھنا مناسب ہے۔ پیچیدہ ایک لفظ ہے، اس کو آج کل بعض لوگ پے چیدہ لکھتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔

۳ مشتقات

مشتقات کو اصولی طور پر جہاں تک ممکن ہو، ملا کر لکھنا چاہیے، البتہ جن لفظوں کو الگ سے لکھنے کا چلن ہے، انھیں الگ ہی لکھا جائے:

کمتر	بیشتر	ستمگر	پیشتر
پاسبان	جانور	تاجور	کرخندار
زمیندار	شاندار	دلدار	خریدار
دستگیر	جہانگیر	عالمگیر	دلگیر
خاکسار	دلکش	باغیچہ	غالیچہ
بچپن	لڑکپن	غمگین	سرگیں

۴ سابقہ ان

سابقہ ان کو اُردو میں الگ سے لکھنے کا چلن ہے:

ان پڑھ	ان گھڑ	ان جان	ان گنت

۵ سابقہ بے

سابقہ بے کو زیادہ تر الگ ہی لکھا جاتا ہے :

بے ریا	بے خوف	بے مزہ	بے تحاشا	بے حساب
بے بس	بے شک	بے رخی	بے ثبات	بے خواب
بے جان	بے رحم	بے ایمان	بے گناہ	بے ریا
بے دھڑک	بے گھر	بے آسرا	بے ڈھنگا	بے کیف

البتہ کئی الفاظ میں بے کو ملا کر لکھنے کا چلن ہے جو صحیح ہے :

بیکار	بیشک	بیگانہ
بیباک	بیتاب	بیوقوف
بیدخل	بیخود	بیدل
بیدم	بیہوش	بیکل

۶ لاحقے بہ ، چہ ، کہ

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کمیٹی کی سفارش کہ " فارسی لفظ بہ ، نہ ، چہ ، کہ وغیرہ جو کبھی ملا کر اور کبھی الگ لکھے جاتے ہیں ، اردو عبارت میں الگ لکھے جائیں " قابلِ قبول نہیں ۔ اس لیے کہ اوّل تو یہ تمام پابند صرفیے ہیں ، دوسرے ان میں سے بعض لاحقے ایسے الفاظ میں آتے ہیں جو جملوں کو ملانے کے لیے کثرت سے استعمال ہوتے ہیں ، اور جن کی ملی ہوئی شکلیں اس حد تک چلن میں آچکی ہیں کہ ان کو

بدلنا آسان نہیں۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ انھیں ملاکر ہی لکھا جائے۔

چنانچہ اس بارے میں اصول یہ ہوا: بہ، چہ، کہ لاحقے ہیں اور مشتقات میں استعمال ہوتے ہیں، اور ان کی ملی ہوئی شکلیں پوری طرح چلن میں آچکی ہیں، اس لیے ان کو ملاکر لکھنا ہی مناسب ہے:

بلکہ	کیونکہ	چونکہ	چنانچہ
جبکہ	بخوبی	بہرحال	بدستور
بخدا	بدقّت	بدولت	باندازِ خاص
غرضیکہ	حالانکہ	بشرطیکہ	

۷ مجھکو، مجھ کو

بعض اوقات ضمائر کو کلماتِ جار کے ساتھ ملاکر لکھا جاتا ہے، مثلاً مجھکو، تجھکو، اسنے، اسلیے۔ انھیں غلط تو نہیں کہا جاسکتا، البتہ انھیں الگ سے لکھنا مرجح ہے: مجھ کو، تجھ کو، اس نے، اس لیے، مجھ سے، ہم پر، جس کا۔ اسی طرح کے لیے، کے واسطے، حب تک، کیوں کر، جان کر، وغیرہ کو بھی ملاکر نہیں لکھنا چاہیے۔

۸ گا گے گی کو افعال کے ساتھ ملاکر نہیں، بلکہ الگ الگ لکھنا چاہیے:

جائے گا	آئیں گے	پڑھے گا
کھائیں گے	چاہیں گی	لکھیں گے

۹ انگریزی اور یورپی الفاظ جس طرح اُردو میں رائج ہیں، ویسے لکھنے

چاہییں، البتہ کوئی نیا لفظ لکھنا ہو تو اس کے صوتی اجزا کو الگ الگ لکھنا مناسب ہوگا :

یونیورسٹی	گلکرسٹ	کانفرنس
پارلیمنٹ	انسٹی ٹیوٹ	ٹیلیفون
ریڈیو	انسپکٹر	ڈاکٹر
مسٹر	مسز	اسٹیشن
میونسپلٹی	ٹیلیگراف	ٹیلیگرام

سیمنار کو سے می نار لکھنا درست نہیں۔ ہاں مندرجہ ذیل الفاظ کے اجزا کو الگ الگ کر کے لکھنا مناسب ہے :

ہائی وے	ہائی جیکنگ
ٹیلی ویژن	ٹیلی کاسٹ
کاپی رائٹ	انڈی پنڈنٹ

پولیس کو آج کل بعض لوگ ہندی کی نقل میں پولس لکھتے ہیں جو غلط ہے۔

اِعراب اور علامات

اُردو میں مُصوّتوں (حروفِ علّت و حرکات) کے لیے بہت کم حروف ہیں، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ایک ہی حرف ہے یعنی الف۔ اس لیے مُصوّتوں کے تلفّظ کو صحیح طور پر املا کی گرفت میں لانے کے لیے اعراب کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اعراب ہمارے طریقِ املا کا لازمی جز ہیں۔ اعراب سے متعلق تجاویز وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہی ہیں، ان میں سے جو عملی طور پر قابلِ قبول ہیں، وہ ذیل میں پیش ہیں :

مُصوّتی اِعراب

زیر	ِ	(مِل، سِن)
زبر	َ	(مَل، سَن)
پیش	ُ	(مُل، سُن)
مد	~	(آم، آن)

واؤ معروف ـُو (دُور، چُور، دھُول، پھُول، مُول)

واؤ مجہول و (شور، چور، پول، بول، مول) صفر علامت

واؤ ماقبل مفتوح ـَو (دَور، طَور، جَور، مَول)

یائے معروف ـِی (دِین، بِین، مِیرا (بائی)، تِیر، مِیل)

یائے مجہول ـے (دین، دیر، میرا، تیرا، میل) صفر علامت

یائے ماقبل مفتوح ـَی (بَین، دَیر، پَیر، تَیر، مَیل)

---

۵ اُردو میں مُصوّتے کُل دس ہیں۔ اِن میں تین تین کے تین سیٹ ہیں:

تین آوازیں واؤ کی

تین آوازیں یائے کی

تین آوازیں زیر، زبر، پیش کی، اور

دسویں آواز الف کی

الف جب لفظ (یا صوتی رکن) کے شروع میں پوری آواز دیتا ہے، تو مد لگایا جاتا ہے۔ لفظ کے بیچ یا آخر میں الف ہمیشہ پوری آواز دیتا ہے۔

چھوٹے مُصوّتوں زیر زبر پیش اور

طویل مُصوّتوں یائے (معروف) الف واؤ (معروف)

میں بالترتیب خفی اور طویل کی نسبت ہے۔ ان چھٹ (۱) خفی اور طویل آوازوں کے علاوہ واؤ اور یائے میں ایک (۸) ایک آواز مجہول، اور ایک (۹) ایک (۱۰) آواز زبر سے مل کر بنتی ہے (ماقبل مفتوح)۔ یوں یہ کُل دس (۱۰) آوازیں ہوئیں۔ (ماقبل مفتوح آوازوں کو واؤ لین اور یائے لین بھی کہتے ہیں)۔

اوپر مُصوّتوں کی دس (۱۰) آوازوں کے لیے جو اعراب پیش کیے گئے، وہ آج تک کی پیش کردہ تجاویز

(باقی ص ۱۰۰ پر)

۲ دوسرے اعراب

تشدید ّ

تنوین ً

جزم ْ ^

واوٗ معدولہ مع الف کسی نشان کی ضرورت نہیں

(خواب، خواہش، خواجہ، خواہ، خوار)

واوٗ معدولہ بغیر الف ِ (خوِد، خوِش، خوِیشگی، خوِرشید)

چھوٹی لکیر کا استعمال محض ابتدائی کتابوں تک محدود رکھا جائے

نون غنّہ درمیانی حالت میں ں (چاںد، ماںد، پاںچ، ساںپ، داںت)

ص ۹۹ سے آگے :

یں سب سے مختصر اور سہل ہیں۔ معرُوف اور لین آوازوں کو نشان زد کر دینے کے بعد مجہول آوازوں کے لیے الگ سے اعراب کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ جب دوسری آوازوں سے فرق واضح ہو گیا تو بچی ہوئی تیسری آواز مجہول ہی ہو گی۔ گویا مجہول آواز کو صفر علامت کے تصور سے ممیز کیا جا سکتا ہے۔ یہ اصول اعراب کی کفایت پر مبنی ہیں اور اب تک کے پیش کیے گئے اصولوں میں سب سے زیادہ سہل اور سائنٹفک ہیں۔

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کمیٹی نے لمبی ے (یائے مجہول) کے لیے آدھی دائرے والی ی کی سفارش کی تھی۔ یہ چلن میں نہیں آئی۔ مندرجہ بالا سہل طریقے سے لمبی ے کی پہچان چونکہ صفر علامت سے ہو جاتی ہے، اس لیے اس کے لیے کسی الگ حرف یا اعراب کی ضرورت نہیں۔ یائے اور واؤ کی معروف شکلوں کے لیے کھڑے زیر اور اُلٹے پیش کو انجمن نے رائج کیا تھا۔ یہ کم و بیش مسلّم ہو چکے ہیں، اس لیے مندرجہ بالا اعرابی نظام میں انھیں قبول کر لیا گیا ہے۔

جڑواں یِ	۷	(پیاری، کیاری، نیولا، کیوڑا، پیاسا) محض ابتدائی کتابوں کے لیے یا جہاں ضرورت ہو
معکوسی نون	ݨ	(کرشݨ، گݨ، برہمݨ، شرݨ) صرف جہاں سنسکرت تلفظ کے اظہار کی ضرورت ہو

۳ سنسکرت لفظوں کے جڑواں مُصمتے

اگر کسی لفظ میں دو حرفِ صحیح بغیر کسی حرفِ علت یا حرکت کے آئیں تو انھیں جڑواں مُصمتہ (CONSONANTAL CLUSTER) کہتے ہیں۔ اُردو میں جڑواں مُصمتے اکثر لفظ کے بیچ میں اور خال خال لفظ کے آخر میں آتے ہیں، اور انھیں جزم سے ظاہر کیا جاتا ہے (چشْم، بخْت، سخْت، درْد، سرْد، وقْت، دخْل، عضْو، گرْد)۔ سنسکرت لفظوں میں جڑواں مُصمتے لفظ کے شروع اور آخر میں عام ہیں۔ انھیں ظاہر کرنے کے لیے اُردو میں (اگر ایسے لفظ لکھنے کی ضرورت ہو، تو) کوئی علامت نہیں۔ اوپر کے گوشوارے میں جڑواں یِ کے لیے الٹے جزم کی سفارش کی گئی ہے (پیار، پیاسا، کیاری)۔ اسی علامت کو سنسکرت کے جڑواں مصمتوں کے لیے (جہاں ضرورت ہو) اختیار کیا جاسکتا ہے:

پرِیت	پرَاکرت
برہمن	پربھات
سوبھاگیہ	ویراگیہ
یگیہ	سوریہ

۴ مخفّفات

اُردو لکھاوٹ میں جو مخفّفات اور نشانات رائج ہیں، ان میں سے خاص خاص یہ ہیں:

ـــ	بَت، تخلّص کی علامت: مؔیر غاؔلب انیؔس اقباؔل
ـــــ	کتابوں کے نام پر چھوٹی لکیر: فردوسی نے شاہنامہ میں کہا ہے۔ سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات
...	حذف کی ہوئی عبارت یا لفظ کے لیے تین نقطے
؎ یا ع	مصرع کی علامت
؎	لفظ بیت کی مخفّف صورت
ص	صفحے کے لیے
ص ص	صفحات کے لیے
ج	جلد کے لیے
ق	ورق کے لیے
ق ق	اوراق کے لیے
ؑ	عَلَیہِ السّلام
ؐ/صلعم	صَلّی اللہ عَلَیہِ وَسلّم کا مخفّف (محمدؐ)
رضؓ	رَضی اللہ تعالیٰ عَنہٗ
رحؒ	رَحمۃ اللہ عَلَیہِ (خواجہ نظام الدین اولیاؒ)

"	ایضاً کی علامت
/	رقم، تاریخ یا وزن کے ہندسے کے بعد آڑی لکیر
کذا	'کذافی الاصل' کا مخفف ہے۔ اصل متن کی ہو بہو نقل کے لیے خاص طور سے جب اس پر غلط ہونے کا گمان ہو
الخ	عبارت یا شعر کو پورا نقل کرنے کے بجائے ابتدائی لفظ لکھ کر الخ لکھ دیتے ہیں یہ مخفف ہے اِلیٰ آخِرِہٖ کا، یعنی پورا شعر یا عبارت مراد ہے
۱۲	عبارت کے آخر میں لکھ دیا جاتا ہے، بمعنی "حد"۔ حد کے عدد ۱۲ ہوتے ہیں
رک	رجوع کنید، رجوع کیجیے، ماخذ کے حوالے کے لیے حواشی میں لکھتے ہیں
ح س	حوالۂ ماسبق
ح ب	حوالۂ مابعد
/ /	اگر کوئی مصرع یا شعر عبارت میں بغیر سطر بدلے لکھا جائے تو اس کے دونوں طرف ایک ایک آڑی لکیر لگا دیتے ہیں
حواشی کے اعداد	حواشی کے اعداد الفاظ کے اوپر لکھے جاتے ہیں۔ ان کے نیچے علامت ہ کی ضرورت نہیں۔ حواشی کے اعداد جلی لکھے جائیں تاکہ باقی عبارت سے ممتاز رہیں

رموزِ اوقاف

مولوی عبدالحق نے قواعدِ اُردو میں جن رموزِ اوقاف کی سفارش کی ہے، ان میں سے زیادہ تر اُردو میں رائج ہو چکے ہیں۔ معمولی اضافے کے ساتھ انھیں پیش کیا جاتا ہے :

ختمہ / ڈیش	FULL STOP	۔ -
سکتہ	COMMA	،
رابطہ	COLON	:
سوالیہ	INTERROGATION MARK	؟
فجائیہ / ندائیہ	EXCLAMATION MARK	!
قوسین	PARENTHESIS	( )
مجھولا بریکٹ	MIDDLE BRACKET	{ }
بڑا بریکٹ	SQUARE BRACKET	[ ]
خط	DASH	——
واوین	INVERTED COMMAS	" "
خطِ زیریں	UNDERLINING DASH	____

تبصرے

اور

ملخّص عمومی آرا

تبصرے

املا نامہ کے پہلے ایڈیشن پر ذیل کے تبصرے شائع ہوئے :

تبصرہ نگار	عنوان	رسالہ	تاریخ
۱۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی	"املا نامہ"	صدقِ جدید، لکھنؤ	۱۰ر جنوری ۱۹۷۵ء
۲۔ پروفیسر ہارون خاں شیروانی	"املا نامہ"	کتاب نما، دہلی	مئی ۱۹۷۵ء
۳۔ مولانا شہاب مالیر کوٹلوی	"املا نامہ"	کتاب نما، دہلی	نومبر ۱۹۷۴ء
۴۔ ڈاکٹر صفدر آہ	"املا نامہ"	کتاب نما، دہلی	جنوری ۱۹۷۵ء
۵۔ حیات اللہ انصاری	"املا نامہ"	سب ساتھ، نئی دہلی	۲۸ر ستمبر ۱۹۷۴ء
۶۔ سید شہاب الدین دسنوی	"اُردو املا" اور "املا نامہ"	نوائے ادب، بمبئی	جنوری ۱۹۷۵ء
	"اُردو املا" اور "املا نامہ"	نوائے ادب، بمبئی	اپریل ۱۹۷۵ء
۷۔ پروفیسر گیان چند جین	"املا نامہ : ایک جائزہ"	ہماری زبان، نئی دہلی	۲۲ر جنوری ۱۹۷۵ء
۸۔ پروفیسر شکیل الرحمٰن	"املا نامہ"	ہماری زبان، نئی دہلی	۱۵ر اکتوبر ۱۹۷۴ء
۹۔ ڈاکٹر خلیق انجم	"املا نامہ"	ہماری زبان، نئی دہلی	یکم جنوری ۱۹۷۵ء
۱۰۔ محمود ہاشمی	"املا نامہ"	کتاب نما، دہلی	اکتوبر ۱۹۷۴ء
۱۱۔ راج نرائن راز	"املا نامہ"	غبارِ خاطر، اورنگ آباد	جنوری ۱۹۷۵ء
۱۲۔ علی جواد زیدی	"اُردو املا اور املا نامہ"	آجکل، دہلی	اکتوبر ۱۹۷۵ء
۱۳۔ پروفیسر عابد پیشاوری	"کچھ املا نامہ کے بارے میں"	کتاب نما، دہلی	جنوری ۱۹۷۶ء
۱۴۔ کرشن موہن	"املا نامہ کے بارے میں"	ہماری زبان، نئی دہلی	۲۲ر فروری ۱۹۷۵ء
۱۵۔ شورش کاشمیری	"[illegible] اُردو بورڈ"	چٹان، لاہور	۱۰ر فروری ۱۹۷۵ء

۱۶۔ پروفیسر عبدالستار دلوی	"املانامہ پر ایک نظر"	ہماری زبان، نئی دہلی	۸ر اپریل ۱۹۷۵ء
۱۷۔ حسن الدین احمد	"املانامہ"	روزنامہ سیاست، حیدرآباد	۲۰ر دسمبر ۱۹۷۴ء
۱۸۔ سید بدرالحسن	"املانامہ کی روشنی میں	ہماری زبان، نئی دہلی	۸ر نومبر ۱۹۷۴ء
	کچھ املا کے بارے میں"	ہماری زبان، نئی دہلی	۱۵ر نومبر ۱۹۷۴ء
۱۹۔ ڈاکٹر علیم اللہ حالی	"املانامہ"	آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ	۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۴ء
۲۰۔ ثریا سعید	"املانامہ"	آل انڈیا ریڈیو، اُردو سروس	دسمبر ۱۹۷۴ء
۲۱۔ ہاشم حسن سعید	"املانامہ"	نوائے ادب، بمبئی	جولائی ۱۹۷۵ء
۲۲۔ عبدالقوی	"املانامہ"	ندائے ملت، لکھنؤ	۱۹ر جنوری ۱۹۷۵ء
۲۳۔ سرور تونسوی	"املانامہ"	شانِ ہند، دہلی	جنوری ۱۹۷۵ء
۲۴۔ سیفی پریمی	"املانامہ"	کتاب نما، دہلی	دسمبر ۱۹۷۴ء
۲۵۔ رشید نعمانی	"املانامہ"	کتاب نما، دہلی	اگست ۱۹۷۴ء
۲۶۔ سید نظر برنی	"املانامہ"	کتاب نما، دہلی	ستمبر ۱۹۷۴ء
۲۷۔ وقار خلیل	"املانامہ"	برگِ آوارہ، حیدرآباد	یکم نومبر ۱۹۷۴ء
۲۸۔ انجم عثمانی	"املانامہ"	آل انڈیا ریڈیو، دہلی	فروری ۱۹۷۵ء
۲۹۔ ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ	"یارانِ نکتہ داں کے لیے"	ہماری زبان، نئی دہلی	۸ر مارچ ۱۹۷۵ء
۳۰۔ ا۔ ص	"املانامہ"	روزنامہ دعوت، دہلی	۱۷ر دسمبر ۱۹۷۴ء
۳۱۔ نند کشور وکرم	"املانامہ"	آجکل، دہلی	دسمبر ۱۹۷۴ء
۳۲۔ ناظر	"املانامہ"	سیاستِ جدید، کانپور	۷ر جنوری ۱۹۷۵ء
۳۳۔ جرار چھولسی	"املانامہ"	کتاب نما، دہلی	اپریل ۱۹۷۵ء
۳۴۔ شفیق رحمانی	"املانامہ"	ادراک، شیوپوری	ستمبر ۱۹۷۴ء

ملخّص عمومی آرا

مولانا عبد الماجد دریا بادی

"املا نامہ" بڑے کام کی کتاب ہے۔ فارسی سیکھنے والوں کے لیے جو اہمیت "آمدنامہ" کی ہے اور درسِ قرآن کے لیے "قاعدۂ بغدادی" کی، اسی طرح اُردو میں لکھنے پڑھنے والوں کے لیے اس "املا نامہ" کی۔ اس کتاب کو آج سے بہت پہلے وجود میں آجانا چاہیے تھا۔ (صدقِ جدید - ۱۰ر جنوری ۱۹۷۵ء)

جناب حیات اللہ انصاری

کتابچے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سفارش کافی غور و خوض کے بعد کی گئی ہے اور اس کے مرتب کرنے میں علمی ضرورتوں کی طرف دھیان دیا گیا ہے۔ اگر اس پر نظرِ ثانی کرلی جائے تو کیا کہنا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو بھی کتابچہ بہت مفید ہے اور اس سے اُردو کی راہ سے ایک بہت بڑا پتھر ہٹ جاتا ہے۔ اس اہم خدمت کے لیے میں املا کمیٹی کے ممبروں کو مبارکباد دیتا ہوں، اور اخباروں اور مکتبوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کتابچے کا ضرور مطالعہ کریں۔ (سب ساتھ - ۲۸ر ستمبر ۱۹۷۴ء)

جناب شورش کاشمیری (ایڈیٹر چٹان)

ترقی اُردو بورڈ (ہند) نے املا کے سلسلہ میں ایک بورڈ قائم کیا تھا، جس نے اُردو کے مسئلہ پر طویل غور و خوض کے بعد، پروفیسر گوپی چند نارنگ کی ادارت میں سفارشات پر

مبنی "املا نامہ" شائع کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر رشید حسن خاں کی مفصل اور عالمانہ کتاب نکلی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اُردو بے چارہ ہے لیکن ایک طویل سیاسی ابتلا کے باوجود اُردو کی ترقی و احیا کے سلسلے میں شیدائیانِ اُردو کی مساعیِ مشکور مختلف دوائر میں ثمر آور ہو رہی ہیں اور زبان کے مسائل پر غور کرنے کے علاوہ عمدہ عمدہ کتابیں شائع کی جا رہی ہیں۔ (چٹان لاہور۔ ۱۰ فروری ۱۹۷۵ء)

پروفیسر گیان چند جین

ترقی اُردو بورڈ نے، پروفیسر گوپی چند نارنگ کی ادارت میں "املا نامہ" شائع کر کے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ چونکہ یہ سفارشات ایک وقیع بورڈ کی کمیٹی کی ہیں، اس لیے ان کی اہمیت آشکارا ہے۔ یہ سفارشات الفاظ کے املا کے لیے سنگِ میل کی طرح رہنمائی کرتی ہیں۔ "املا نامہ" میں سینکڑوں سفارشات ہیں۔ قدم قدم پر رہنمائی کا حق ادا کیا گیا ہے۔ مجھے چند سفارشوں سے اختلاف ہے۔ بقیہ سب سے اتفاق ہے۔ (ہماری زبان۔ ۲۲ جنوری ۱۹۷۵ء)

پروفیسر ہارون خاں شیروانی

اس وقیع کتابچے سے بہت سی پھسلنوں کا ازالہ ہو جائے گا۔ لیکن اس کی ضرورت ہے کہ ان اصولوں کو عام کیا جائے، اور ممتاز مصنفوں اور صحافیوں میں اس مفید کتابچے کے نسخے گشت کرائے جائیں۔ مجھے فی الجملہ ان اصولوں سے اتفاق ہے جو وضع کیے گئے ہیں مگر بعض موقعوں پر ذرا کلام محسوس ہوتا ہے۔

(کتاب نما۔ مئی ۱۹۷۵ء)

ڈاکٹر صفدر آہ

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اُردو کے ایک مستند ادیب اور عالمِ صوتیات سمجھے

جاتے ہیں۔ ان کی تحریر میں ایک مخصوص سلیقہ اور فکر میں قابلِ قدر سلجھاؤ ہوتا ہے۔ "املا نامہ" انھیں کی ایک جامع تدوین ہے، اور آج تک املے کی معیار بندی اور درستی پر جو کچھ شائع ہوا ہے، اس میں بلاشبہ ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ لائق مرتب نے علمی پس منظر میں ان سفارشات کو اس خوبی سے پیش کیا ہے کہ ایک عالم سے لے کر معمولی تعلیم یافتہ تک ان سے مساوی طور پر استفادہ کر سکتا ہے۔ ان تجویزوں میں معقولیت کے ساتھ لچک موجود ہے۔ درستیِ املا کا کام سائنٹفک طریقے پر سب سے پہلے فاضلِ اجل ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے شروع کیا جسے انجمن ترقی اردو نے بھی اپنایا۔ ڈاکٹر نارنگ کی کتاب کی بنیاد یہی کام ہے۔ ڈاکٹر نارنگ کی خصوصیت یہ ہے کہ نہ تو انھوں نے روایت کو جوں کا توں قبول کیا ہے، اور نہ اسے کلیتاً رد ہی کیا ہے۔ ان کا راستہ بڑا صحت مند اور بین بین ہے۔ جہاں جہاں اختلافِ آرا کی گنجائش نکلتی ہے، وہاں دوسرے نقطہ ہائے نظر کا پوری طرح لحاظ کر کے اپنی تجویزیں پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو اس بات کا پوری طرح احساس ہے کہ سفارش صرف تجویز ہے، سرکاری حکم نہیں۔

(کتاب نما۔ جنوری ١٩٧٥ء)

مولانا شہاب مالیر کوٹلوی

"املا نامہ" کو سعدی کے مشہور مقولے "ہرچہ بقامت کہتر بقیمت بہتر" کے مصداق پایا۔ قدیم اصلاحوں پر متحدہ طور پر قدم اٹھانے کی اس سے پہلے کوشش نہیں ہوئی تھی۔ املا کمیٹی نے بڑا کام کیا کہ جناب ڈاکٹر گوپی چند نارنگ سے کمیٹی کی سفارشات کو "املا نامہ" میں مرتب کر کے اردو دانوں اور اردو سے شغف رکھنے والوں کے لیے ایک عمدہ دستور العمل مہیا کر دیا، جس کے لیے ہمیں ڈاکٹر صاحب کا ممنون ہونا چاہیے۔

(کتاب نما۔ نومبر ١٩٧٤ء)

جناب سید شہاب الدین دسنوی

"املا نامہ" بعض حیثیتوں سے "اردو املا" سے مختلف ہے یعنی اس کی سفارشات

من وعن وہی نہیں جو رشید حسن خاں نے اپنی تصنیف میں پیش کی ہیں۔ "املا نامہ" کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں طول طویل بحث کے بجائے کم سے کم الفاظ میں صاف، غیر مبہم، اور واضح طور پر سفارشیں پیش کی ہیں جن میں علمی پہلو کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اُردو میں جو املا مروج ہیں، جب تک قطعی طور پر وہ غلط نہ ہوں، ان کا استعمال جائز قرار دیا ہے، اور اسے "کم علمی" "کم نظری" اور "غلط نگاری" پر محمول نہیں کیا۔ دوسری قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ "املا نامہ" میں سفارشات نہ تو جارحانہ انداز میں پیش کی گئی ہیں اور نہ ایسی قطعیت کے ساتھ کہ جیسے اب مزید غور و فکر کی یا ترمیم کی گنجائش باقی نہ رہی ہو۔

(نوائے ادب، جنوری ۱۹۷۵ء، اپریل ۱۹۷۵ء)

ڈاکٹر خلیق انجم

اُردو املا کے موضوع پر پہلی بار سائنٹیفک انداز میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے مضامین لکھ کر اہلِ زبان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی۔ پھر ۱۹۴۴ء میں انجمن ترقی اُردو (ہند) کی کمیٹی اصلاحِ رسمِ خط نے اپنی سفارشات پیش کیں جنھیں عام طور پر قبول کیا گیا۔ اب ترقی اُردو بورڈ کی کمیٹی نے انجمن کی سفارشات کا از سرِ نو جائزہ لیا اور بیشتر سفارشات کو قبول کر لیا، اور کچھ میں ترمیم کی گئی۔ اس کمیٹی کی سفارشات مرتب کرنے کا کام پروفیسر نارنگ کو سونپا گیا، چونکہ اس موضوع پر نارنگ صاحب کی گہری نظر ہے اور وہ ماہرِ لسانیات بھی ہیں، اس لیے انھوں نے انتہائی سائنٹیفک انداز میں اور غیر معمولی اختصار کے ساتھ ان سفارشات کو مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب جدید سائنٹیفک نثر کا قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ترقی اُردو بورڈ ان مباحث کی روشنی میں اپنی سفارشات کو آخری شکل دے دے تاکہ اُردو املا کا انتشار دور ہو سکے۔

(ہماری زبان۔ یکم جنوری ۱۹۷۵ء)

مولانا عبدالقوی

"املا نامہ" اہلِ نظر کو دعوتِ فکر دینے والا، اور اپنے موضوع پر بڑی حد تک منفرد۔ مرتّب کا اسلوبِ نگارش نہایت سہل، سلیس، اور رواں و شگفتہ ہے۔

(سیاستِ جدید۔ ۷ جنوری ۱۹۷۵ء)

پروفیسر شکیل الرحمٰن

نارنگ صاحب نے ترقی اُردو بورڈ کی املا کمیٹی کی سفارشات کو نہایت سلیقے سے مرتب کیا ہے اور صوتیات کے ساتھ سماجی لسانیات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے جس سے ان سفارشات کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب کی سب سے بڑی خوبی اس کی جامعیت اور اختصار ہے۔ تمام مباحث کو سائنسی صحت کے ساتھ انتہائی منظم طور پر آسان زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ ترقی اُردو بورڈ لائق مبارکباد ہے جس نے سفارشات کو مرتب کرنے کا کام ڈاکٹر نارنگ کو سونپا جن کی محنت، سلیقہ اور لسانی آگہی کی پہچان ہر جگہ ہوتی ہے۔ یقین ہے کہ یہ چھوٹی سی کتاب ایک بہت بڑی عوامی ضرورت کو پورا کرے گی، اور صحتِ املا کے اصولوں کو اُردو کے تمام پڑھنے لکھنے والوں تک پہنچانے میں اس سے زبردست مدد ملے گی۔

(ہماری زبان۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

پروفیسر عبدالستّار دلوی

یہ چھوٹی سی کتاب اپنے موضوع و مواد کے اعتبار سے بڑی بڑی کتابوں پر بھاری ہے۔ ترقی اُردو بورڈ ہمارے شکریے کا مستحق ہے جس نے اس اہم کام کے لیے املا کمیٹی مقرر کی اور جس کی سفارشات کو پروفیسر گوپی چند نارنگ سے نہایت سائنٹفک طریقے پر مرتب کروایا۔ زیرِ نظر سفارشات میں قدیم روایات کا تسلسل بھی ہے اور جدید

فکر کی سائنسی توجیہہ بھی۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے جتنے اصول چلن میں آچکے ہیں، یا لسانی اعتبار سے صحیح ہیں، "املانامہ" میں پورے غور و خوض کے بعد ان کو لے لیا گیا ہے۔ "املانامہ" میں جن سفارشات کو پیش کیا گیا ہے، ان میں سے بیشتر کا تعلق اصلاحِ املا کی قدیم علمی روایت اور بالخصوص ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے کام سے ہے۔

اُردو املا کے کئی شعبے ایسے بھی ہیں جن سے قدیم علمِ ہجا کی مدد سے انصاف نہیں کیا جاسکتا، خصوصاً ہمزہ، غُنّیت، ہکاریت اور اعراب کے مسائل کے تسلی بخش حل صوتیات کی روشنی میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔ اس لحاظ سے "املانامہ" کی سفارشات قدیم علمِ ہجا اور جدید صوتیات کا نہایت حسین امتزاج پیش کرتی ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ مرتب نے تمام مسائل کو سائنسی صحت کے ساتھ ہر طرح کی تکرار اور حشو و زوائد سے بچا کر کم سے کم لفظوں میں اور آسان سے آسان زبان میں پیش کیا ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب پر ڈاکٹر نارنگ کے سلیقے اور لسانیاتی نظر کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔

(ہماری زبان۔ ۱۸ اپریل ۱۹۷۵ء)

جناب راج نرائن راز

"املانامہ" میں بعض ناقابلِ عمل اصلاحوں کی جگہ آسانی سے سمجھ میں آجانے والی نئی اصلاحیں صوتیات کی روشنی میں وضع کی گئی ہیں۔ تمام اصلاحوں کو آسان سے آسان زبان میں پہلی بار عوام تک پہنچانے کی جو کوشش کی گئی وہ اپنی جگہ خود ایک کارنامہ ہے۔ "املانامہ" کی سب سے بڑی خوبی اس کی سادگی، صفائی اور سائنسی نظر ہے۔ چند صفحات کی یہ کتاب مرتب کی خوش اسلوبی اور سلیقہ مندی کا بیّن ثبوت ہے۔ اس کتاب کا ہر اُردو داں کے پاس ہونا ضروری ہے۔

(غبارِ خاطر، اورنگ آباد۔ جنوری ۱۹۷۵ء)

جناب حسن الدین احمد

ڈاکٹر نارنگ نے املا کمیٹی کی سفارشات کو نہایت سلیقہ اور جامعیت کے ساتھ

مرتب کیا ہے۔ انھوں نے ایک طرف پچھلے چالیس سال کے کام کو پیشِ نظر رکھا ہے اور دوسری طرف لسانیات سے واقفیت کی بنا پر صوتیاتی توجیہہ سائنٹیفک طریقے پر کی ہے۔ اس طرح ان سفارشات کو آنے والی صدی کے لیے قابلِ قبول بنایا ہے۔

(روزنامہ سیاست، حیدرآباد۔ ۳۰ر دسمبر ۱۹۷۴ء)

جناب وقار خلیل

"املا نامہ" کو ڈاکٹر نارنگ نے سائنسی نظر اور صوتیاتی ادراک کے پس منظر میں خاصا خونِ جگر صرف کر کے مرتب کیا ہے اور جس اختصار اور جامعیت کا ثبوت دیا ہے اس کی قدر کی جانی چاہیے۔

(برگِ آوارہ، حیدرآباد۔ یکم نومبر ۱۹۷۴ء)

جناب محمود ہاشمی

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ جس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں، اسے بے حد محنت اور خلوص سے پایۂ تکمیل کو پہنچاتے ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب و تنظیم میں بھی ان کی لگن اور سلیقے کا حسین نمونہ نظر آتا ہے۔ ان کی علمی اور سائنسی نظر نے ان سفارشات کی اہمیت بڑھا دی ہے۔

(کتاب نما۔ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

ڈاکٹر سیفی پریمی

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اپنی محنت، علمی بصارت اور بصیرت اور سائنسی نقطۂ نظر سے "املا نامہ" کو مفید اور اہم بنا دیا ہے۔

(کتاب نما۔ دسمبر ۱۹۷۴ء)

جناب رشید نعمانی

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی تمام کوششوں کا ایک جامع اور قابلِ قدر ما حصل پیش کر دیا ہے۔ ساتھ ہی جو سفارشیں یا اضافے کیے گئے ہیں، وہ بھی اپنی ضرورت اور افادیت کی بنا پر کچھ کم اہم نہیں۔ "املا نامہ" تعریف اور توصیف، قدر افزائی اور شکر گزاری کا مستحق ہے۔ اب ہونا یہ چاہیے کہ چند اختلافی باتوں پر غور کر کے کوئی ایک رائے قائم کر لی جائے۔

(کتاب نما۔ اگست ۱۹۷۴ء)

جناب ا۔ص (روزنامہ دعوت)

ہم سے کہا جاتا ہے کہ صلوٰۃ کو صلات اور طوطا کو توتا لکھو، اور ستم بالائے ستم یہ کہ زبان میں اس تخریب کو اصلاح کا نام دیا جاتا ہے۔

(روزنامہ دعوت۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۴ء)

سیّد نظر برنی

"املا نامہ" کا اُردو علمی حلقوں میں غیر معمولی خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ املا کمیٹی کی ان سفارشات کو اُردو کے اساتذہ، طلبہ، ادبا اور ناشرین مشعلِ راہ سمجھ کر عملی جامہ پہنائیں۔

(کتاب نما۔ ستمبر ۱۹۷۵ء)

جناب کرشن موہن

"املا نامہ" جدید اُردو املا کا مینیفسٹو ہے۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ نے ترقی اُردو بورڈ کی املا کمیٹی کی سفارشات کو مرتب کر کے واقعی وقت کی ایک

اشد ضرورت کو پورا کیا ہے۔

(ہماری زبان۔ ۲۲ فروری ۱۹۷۵ء)

جناب علی جواد زیدی

ضرورت ہے کہ عربی اور فارسی کی املائی تقلید سے بلند ہو کر اُردو زبان اور اُردو رسم خط کو مستقل حقائق مان کر آگے بڑھا جائے۔ ہم اہلِ اُردو سند کے لیے باہر دوڑ جاتے ہیں۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ اُردو کو فارسی عربی کی بیساکھی پر چلانا غلط ہے۔ سیاسی دورِ زوال میں ماضی کی طرف عود کرنے اور اصل سے جا ملنے کی عام خواہش بیدار ہوئی اور بعض اساتذہ نے اسے معکوس روی پر محمول کیا۔ یہ رجحان ختم ہونا چاہیے۔

"املا نامہ" ترقی اُردو بورڈ کی املا کمیٹی کی سفارشات کا نچوڑ ہے جسے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے مرتب کیا ہے اور ذاتی معلومات و خیالات کا اضافہ بھی کیا ہے۔

(آجکل۔ اکتوبر ۱۹۷۵ء)

جناب شفیق رحمانی

انتہائی سلجھی ہوئی مختصر اور مفید کتاب۔

(ادراک، شیوپوری۔ ستمبر ۱۹۷۴ء)

جناب نند کشور وکرم

ترقی اُردو بورڈ نے "اُردو املا" اور "املا نامہ" مہیا کر کے اُردو داں طبقے کی ایک بڑی خدمت انجام دی ہے۔

(آجکل۔ دسمبر ۱۹۷۴ء)

ایڈیٹر ندائے ملت

ان سفارشات میں قدیم علم کے ساتھ ساتھ جدید صوتیات کے تقاضوں کو

پوری طرح پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ خدا کرے یہ سفارشات اُردو رسم الخط کی یکسانیت کا ذریعہ بن سکیں۔

(ندائے ملت، لکھنؤ۔ ۱۹؍جنوری ۱۹۷۵ء)

جناب سرور تونسوی

ترقی اُردو بورڈ نے "املا نامہ" شائع کر کے اُردو پر ایک احسانِ عظیم کیا ہے۔ ۹۰ صفحات کی یہ کتاب چھپائی اور کتابت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے۔ ہر وہ شخص جو اُردو لکھنا پڑھنا جانتا ہے اس کے پاس اس کتاب کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا دوسری ضروریاتِ زندگی کا۔

(شانِ ہند۔ جنوری ۱۹۷۵ء)

جناب ہاشم حسن سعید

املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ کی سفارشات کی روشنی میں جو "املا نامہ" ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے مرتب کیا ہے، اس سے اس مسئلے کے مختلف پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ یہ ایک مستحسن اقدام ہے جو ترقی اُردو بورڈ نے کیا ہے۔ اُردو املا کے مسائل پر یوں وقتاً فوقتاً مختلف اصحاب نے قلم اٹھایا ہے لیکن جس سائنٹفک اور جامع طریقے پر ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے ان نکات کی صراحت کی ہے اور جس خوبی، مہارت اور فنی دسترس کے ساتھ انھیں پیش کیا ہے، اس کی کم از کم ماضیِ قریب میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ خاص طور پر املا کے یہ مسائل جتنے پیچیدہ، متنوع اور تفصیل طلب ہیں، اس کے پیشِ نظر تو ایک دفتر کی ضرورت تھی، لیکن انھیں ایک چھوٹی سی کتاب میں اس طرح سمو دینا کہ کوئی نکتہ چھوٹنے نہ پائے، ایجاز و اختصار کا کمال اور مرتب کا کارنامہ ہے۔ "املا نامہ" میں املا کی خامیوں کی نہ صرف نشاندہی کی گئی ہے بلکہ اجمال اور سلیقہ کے ساتھ آسان اور عام فہم زبان میں ان کے صحیح اصول اور قاعدے بھی

متعین کیے گئے ہیں۔ جہاں تک ہمارے علم میں ہے اس سے قبل اُردو میں اس قسم کی کوئی شعوری کوشش، علمِ لسانیات کی روشنی میں نہیں کی گئی۔ اور پہلی مرتبہ ہمزہ اور اضافت کے استعمال کے واضح اصول و قواعد سائنٹِفک طریقہ پر پیش کیے گئے ہیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اصولوں اور قیمتی مشوروں کو "برف دان" کی نذر کرنے کے بجائے جلد از جلد برتا جائے۔ بعض اختلافی امور پر غیر جانب دارانہ انداز میں غور کرکے ان سے متعلقہ سفارشوں کو قطعی شکل دی جائے۔ بحیثیت مجموعی "املانامہ" ایک منفرد اور قابلِ قدر کارنامہ ہے اور اس کے لیے لائق مولف ڈاکٹر گوپی چند نارنگ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

(نوائے ادب، بمبئی۔ جولائی ۱۹۷۵ء)

پروفیسر عابد پشاوری

مملکتِ اُردو کے ماہرینِ لسانیات میں پروفیسر گوپی چند نارنگ کا شمار ہوتا ہے۔ اس سے پہلے بھی نارنگ صاحب لسانیات پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ نہ صرف لکھ چکے ہیں، بلکہ ماہرین سے خراجِ تحسین بھی وصول کر چکے ہیں۔ ترقی اُردو بورڈ نے املانامہ کی ترتیب و تدوین کا کام نارنگ صاحب کے سپرد کرکے اپنے حُسنِ انتخاب کا ثبوت دیا ہے۔ ترقی اُردو بورڈ کو اس مفید کتابچے کی اشاعت ہی پر نہیں، بلکہ اس کارنامے پر بھی مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ تقریباً سو صفحے کے اس خوبصورت اور دیدہ زیب کتابچے میں کتابت و طباعت کی مشکل سے دو تین خامیاں ہی نکلیں گی۔ املانامہ ایک مبارک آغاز ہے۔ اس کارنامے پر مبارکباد پیش کرنے میں تمام اُردو والے میرے شریک ہیں۔

(کتاب نما۔ جنوری ۱۹۷۶ء)

خطوط سے اقتباس

پروفیسر شمیم حنفی

" اس بات کا میں بہت عرصے سے قائل ہوں کہ کیا تحقیق و تنقید اور کیا زبان وادب کے معاملات، آپ جس کام کو ہاتھ لگاتے ہیں، اس سلیقے سے انجام دیتے ہیں، جو اُردو داں حلقے میں یقیناً کمیاب ہے۔ املا نامہ کے مضامین، مقدمہ، اور مجموعی اعتبار سے کتاب کا گٹ اپ، سب بہت خوب ہیں۔"

(۱۷ دسمبر ۱۹۷۴ء)

جناب مظہر امام

" واقعی آپ نے ایک بڑا اہم کام کیا ہے۔ اختصار میں جامعیت اسی کو کہتے ہیں۔ کاش یہ کتاب زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے۔"

(۱۸ ستمبر ۱۹۷۴ء)

ریڈیائی تبصروں سے اقتباس

محترمہ ثریا سعید

" املا نامہ" کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کم سے کم لفظوں میں ہر بات کو انتہائی تنظیم اور سلیقے کے ساتھ پیش کیا ہے، اور جگہ جگہ لسانیات کی روشنی سے اس طرح مدد لی گئی ہے کہ اصول کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے، اور اس کی سائنسی صحت کا یقین بھی۔ یقین ہے صحتِ املا کے اصولوں کو عام کرنے میں اس کتاب سے بیش بہا مدد ملے گی۔"

(آل انڈیا ریڈیو، اُردو سروس)

دسمبر ۱۹۷۴ء

ڈاکٹر علیم اللہ حالی

"اُردو املا کو آسان بنانے اور اس کے لیے ایک معیار طے کرنے میں یہ
چھوٹی سی کتاب بہت معاون ہو سکتی ہے۔"

(آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ ۔ بھاگلپور)
۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۴ء

اشاریۂ الفاظ

اس اشاریے میں صرف اُن لفظوں کو شامل کیا گیا ہے جو سفارشات میں مثالوں کی ذیل میں آئے ہیں، یا جن کے املا میں کسی قسم کی اصلاح کی سفارش کی گئی ہے۔ جہاں ضروری تھا صحیح یا مرجح شکل کو پہلے درج کیا گیا ہے، اور قدیم املا کو بعد میں یا قوسین میں لکھ دیا گیا ہے۔